بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible]

[illegible]

تقلید

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم اے، پی ایچ ڈی

ادارہ مسعودیہ ۵/۲، ۹ ای، ناظم آباد کراچی ۱۸
اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۴۲۲/۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

ہم روزانہ سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں: 'چلا ہم کو سیدھی راہ، راہ ان کی جن پر تو نے انعام فرمایا'۔

دعا کے ان بولوں سے معلوم ہوتا ہے کہ راہ تو ایک ہے مگر راہ بتانے والے، راہ دِکھانے والے، منزل تک پہنچانے والے ایک سے زیادہ ہیں۔ مقصود ہدایت ہے اور ان راہ دکھانے والوں کی تقلید وسیلۂ ہدایت ہے، بغیر ان کے راہ مل سکتی تو ان کا ذکر نہ کیا جاتا، وہ ہر چیز پر قادر ہے مگر اس کا قانون یہی ہے، اس کا دستور یہی ہے کہ پیاروں کے نقشِ قدم پر چل کر ہی منزل تک پہنچا جا سکتا ہے۔ جسم کو بھی تقلید کی ضرورت ہے، دماغ کو بھی تقلید کی ضرورت ہے، روح کو بھی تقلید کی ضرورت ہے۔ انسان کیلئے یہ بڑی حقیقتیں ہیں۔ تقلید کے بغیر نہ جسم پھلتا پھولتا ہے، نہ دماغ پھلتا پھولتا ہے، نہ روح پھلتی پھولتی ہے۔ تقلید ایک عظیم حقیقت ہے، معاشرے میں رہ کر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تقلید نہ کرنے والا بھی تقلید پر مجبور ہے، زندگی سنوارنے کیلئے کسی نہ کسی کی تقلید کرنی ہی پڑتی ہے، تقلید کا عمل تو گھر ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ اگر ہم تقلید نہ کرتے تو ہم کو بولنا چالنا، کھانا پینا، اُٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، ہنسنا رونا، سوچنا سمجھنا کچھ بھی نہ آتا۔ ہم معاشرے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر تقلید کرتے چلے جاتے ہیں اور بنتے سنورتے چلے جاتے ہیں۔ تقلید معاشرتی زندگی کا ایک اہم ستون ہے، یہ گر جائے تو پورا معاشرہ ڈھے جائے اور انسان بکھر کر رہ جائے اور ہم وحشی و جنگلی بن جائیں۔

تقلید ایک عمرانیاتی، معاشرتی، نفسیاتی اور دینی موضوع ہے، ساری خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کو سیاسی موضوع بنا کر گفتگو کی جاتی ہے اور اکابر اُمت کو ہدف ملامت بنایا جاتا ہے، ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ گفتگو مذہبی موضوع پر کی جا رہی ہے۔ عوام الناس مذہبی لبادے میں لپٹی ہوئی اس سیاست سے بے خبر ہیں اگر یہ بحث خالص مذہبی ہوتی اور نیک نیتی پر قائم ہوتی تو ہم کمزور نہ ہوتے، مگر ہم دن بدن کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ انگریزی عملداروں سے پہلے ہم بہت قوی تھے، ہمارا مسلک وہی تھا جو سلف صالحین کا مسلک تھا جس کو اب تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ہماری حکومت ایشیاء میں، افریقہ میں اور یورپ میں پھیلی ہوئی سب سے بڑی حکومت تھی۔ ایک دو سو برس کے اندر دشمنانِ اسلام کی سیاست اور خاموش حکمتِ عملی نے ہم کو بدل کر رکھ دیا۔ ہماری قوت کا یہ عالم تھا کہ دنیا میں ہمارے دم سے علم و دانش میں بہار آئی اور تہذیب و تمدن پروان چڑھے، ہم نے دنیا کو بدل کر رکھ دیا، اب ہم کسی کو بدلتے نہیں، خود بدلتے چلے جاتے ہیں۔ اپنوں کی نہیں سنتے، دشمنوں کی سنتے چلے جا رہے ہیں۔

یہ کیا ہوا؟ کیوں ہوا؟ ہمیں ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے!

اس وقت ملتِ اسلامیہ عالمی سازشوں کے گھیرے میں ہے جس کا مقصود حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور کرنا اور ان کی جناب میں گستاخ و بے ادب بنانا ہے۔ ہر اس چیز سے دور کرنا جو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھتی ہو، جو آپ کے علوم و معارف کی امین ہو۔ مگر جو آپ سے دور ہوا وہ اللہ سے دور ہوا، جس کے دل میں آپ کی تعظیم و توقیر نہیں اس کے دل میں نہ اللہ کی تعظیم ہو سکتی ہے نہ بیت اللہ کی۔ یہ خیال ہی خیال نہیں، حرمین شریفین میں حاضر ہونے والا زائر اس حقیقت کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر سکتا ہے۔ گویا اصل مقصد اسلام سے دور کرنا ہے۔ اسلام رسموں کا نام نہیں' یہ تو فدا کاری اور جان نثاری کا نام ہے۔ ساری دنیا اسی جذبے کو لوٹنے کیلئے آگے بڑھ رہی ہے۔

کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح ملتِ اسلامیہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن سے دور ہو جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے دشمنانِ اسلام نے یہ حکمتِ عملی تیار کی ہے کہ آپ کی باتوں میں شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں، آپ کے دامن سے وابستہ اور آپ کے علوم کی امین ہستیوں سے بد دِل کیا جائے، اس طرح مسلمانوں کو اندر سے توڑ پھوڑ دیا جائے پھر جس دشمن کا جی چاہے ان کو اپنے سیاسی مقاصد کیلئے استعمال کرلے، یہ عمل دو صدیوں سے تیزی سے جاری ہے، ماضی کی تاریخ اس خیال کی تائید کرتی ہے۔

'حرف آغاز' لکھ رہا تھا کہ ڈاک سے ایک لفافہ ملا جس میں مطبوعہ لٹریچر کے چند اوراق تھے۔ نہ لکھنے والے کا نام، نہ بھیجنے والے کا نام اور پتا، اسی سے لٹریچر کے مقاصد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس لٹریچر میں سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، احادیث شریف اور حجر اسود سے بدگمان کرنے کی پوری سعی کی گئی ہے اور چھپے لفظوں میں اکابرین اُمت اور سلف صالحین سے برگشتہ کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

بزرگوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت ملتِ اسلامیہ کا امتیاز رہا ہے۔ یہ ادب شیرازۂ ملت کا مضبوط بندھن ہے، اس کو مسلسل توڑا جا رہا ہے اور سلف صالحین سے رِشتہ منقطع کیا جا رہا ہے۔ اقبال نے نوجوانِ ملت کے اصل مرض کی تشخیص کرتے ہوئے کہا تھا کہ بزرگانِ سلف سے بدگمانی ان کا سب سے بڑا مرض ہے۔ یقین سے قومیں پھلتی پھولتی ہیں، یقین متزلزل ہو جائے تو بکھرنے لگتی ہیں، حیف کوئی معالج نہیں، جو ہے اس مرض میں اور اضافہ کر رہا ہے اور اپنی عاقبت سے بے خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بڑوں کے حضور باادب رکھے۔ آمین

راقم سے بعض احباب نے فرمایا کہ کچھ لوگ تبلیغ دین کے بہانے شہروں اور دیہاتوں میں بھولے بھالے مسلمانوں کو بزرگوں سے بدظن کر رہے ہیں حتیٰ کہ صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین، تابعین، تبع تابعین اور حضرات اہل اللہ اور علماء حق سے بھی بدظن کر رہے ہیں، شعوری طور پر تو کوئی مسلمان ایسا نہیں کر سکتا، وہی کر سکتا ہے جس کو حقیقت کا علم نہ ہو یا جو کسی کیلئے کام کر رہا ہو۔ اللہ اکبر! کن سے بدگمان کیا جا رہا ہے! وہ جنہوں نے قرآن و حدیث کو اپنے سینہ سے لگا کر ہم تک پہنچایا۔ وہ جنہوں نے ہم کو بہت کچھ دیا اور ہم نے ان سے بہت کچھ لیا۔ وہ جنہوں نے ملت کو پروان چڑھایا، ثریا تک پہنچایا۔ وہ جن کے نقش قدم پر چل کر کروڑوں راہ پا گئے اور براعظم ایشیاء، براعظم افریقہ، براعظم یورپ پر حکومت کر گئے۔ وہ جن سے ہم پیٹھ پھیر لیں تو ہمارے پاس کچھ نہ رہے، سب کچھ انہیں کا دیا ہوا ہے۔ افسوس! ہم پڑھ لکھ کر جہالت کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔ ہم کیا کر رہے ہیں؟ ہمارا 'جہل' علم پر چھا رہا ہے۔ ہماری 'زندگی' موت بن رہی ہے۔

یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ ذرا سوچیں تو سہی!

مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری غذاؤں میں ملاوٹ ہے، ہماری تاریخ میں ملاوٹ ہے، ہماری سیاست میں ملاوٹ ہے، ہماری طریقت میں ملاوٹ ہے، غرض جدھر دیکھو 'ملاوٹ ہی ملاوٹ ہے۔ اس ملاوٹ سے اصل کو نکالنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ کھانے میں ملاوٹ نے جسم کو بیمار کر دیا، تعلیم میں ملاوٹ نے ذہنوں کو بیمار کر دیا، سیاست میں ملاوٹ نے حکومتوں کو بیمار کر دیا، طریقت میں ملاوٹ نے روحوں کو بیمار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے! سچا بننے اور سچوں کیساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ملت کے جوانوں کی سچی باتیں بتانی چاہئیں، وہ جھوٹ سے اُکتا گئے ہیں، سچ کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ ذرا غور کریں ائمہ مجتہدین امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ تاثر دیا گیا کہ گویا وہ صدیوں بعد کی شخصیات ہیں مگر کسی کو نہیں معلوم کہ ائمہ مجتہدین، محدثین کا تعلق پہلی اور دوسری صدی ہجری سے ہے، گویا 'خیر القرون' سے ہے جس کو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہترین زمانہ قرار دیا۔ جب یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے تو لوگ حیران ہوتے ہیں اور اندھیرے سے اُجالے میں آتے ہیں اور اپنے طرز فکر کی اصلاح کرتے ہیں، محسنین کا احسان مانتے ہیں اور ہر عقلمند کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ ائمہ مجتہدین سے بہت سی غلط باتیں منسوب کر دی گئیں اور یہ کام انہوں نے کیا جن کا فرض دکھانا تھا۔ ایک بات یہ مشہور کی گئی کہ ان حضرات نے اپنے خیالات و نظریات اور تصورات کا ایک مجموعہ تیار کیا جس کا نام 'فقہ' ہے اور معاذ اللہ اس کا تعلق قرآن و حدیث سے ہی نہیں۔ دوسری بات یہ مشہور کر دی گئی کہ احادیثِ شریفہ کا کوئی تحریری سرمایہ نہ تھا، کئی صدی بعد سن سن کر یہ مرتب کی گئی ہیں اس لئے زیادہ قابلِ اعتبار نہیں (اللہ کی پناہ!) تاریخ کی روشنی میں یہ ساری باتیں لغو اور بے اصل ہیں جس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے ہو جائے گا۔

اختلافات کے انبار اور نکتہ چینیوں کے ڈھیر نے جوانوں کو اُلجھا کر رکھ دیا، وہ ٹکڑیوں میں بٹ کر ایک ایک کا منہ تکتے ہیں اور ایک ایک سے پوچھتے ہیں' تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے والے کہاں گئے؟ کوئی جواب نہیں دیتا! وہ اپنی راہ لیتے ہیں۔ ہم دشمنوں کو خوش کرنے کیلئے بکھر گئے تھے، اب دوستوں کو خوش کرنے کیلئے متحد ہو جائیں۔ اتحاد میں بڑی برکت ہے، اتحاد میں بڑی طاقت ہے۔

کسی فرقے یا جماعت کے خلاف لکھنا راقم کی عادت نہیں، لیکن جب دیکھتا ہوں کہ جو نہیں وہ دکھایا جا رہا ہے، جو ہے وہ چھپایا جا رہا ہے تو پھر لکھنا اپنا فرض سمجھتا ہوں تا کہ جو ہے وہ نظر آئے اور جو نہیں ہے وہ روپوش ہو جائے اور پڑھنے والے حق و باطل میں تمیز کے لائق ہو جائیں۔

اسی جذبے کے تحت ۱۹۹۵ء میں راقم نے 'تقلید' کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا جو آپ کے سامنے ہے۔ مقالہ ذرا طویل تھا اس لئے ۱۹۹۶ء میں پہلے ۱۶ صفحات پر اس کا خلاصہ مرتب کیا گیا جو تقلید ہی کے عنوان سے ادارۂ مسعودیہ کراچی نے سنہ مذکورہ میں شائع کر دیا۔ اس خلاصے کے انگریزی میں دو ترجمے ہوئے جو سنہ مذکورہ ہی میں ادارۂ مسعودیہ نے شائع کرائے۔ اب مولانا ذاکر اللہ مجددی افغانی نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا ہے جو زیر طباعت ہے۔ پیش نظر مقالہ عجلت میں لکھا گیا ہے کیونکہ راقم الحروف بہت مصروف رہتا ہے اس مقالے کی تبییض بھی عزیزم سیّد محمد مظہر قیوم سلمہ' نے کی ہے۔ قارئین کرام جہاں کسی قسم کی غلطی ملاحظہ فرمائیں راقم کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ نقشِ ثانی زیادہ صحیح اور مکمل ہو۔

اس مقالے کو نو ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں 'تقلید' پر عمومی بحث کی ہے۔ دوسرے باب میں حدیث کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ تیسرے میں ائمہ مجتہدین، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اور محدثین کی اہمیت کا ذکر کیا ہے۔ پانچویں باب میں امام ابو حنیفہ کی شخصیت اور علمی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ چھٹے باب میں قرآن و حدیث اور متقدمین و متاخرین علماء کے تاثرات کی روشنی میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ساتویں باب میں مقلدین کا ذکر ہے۔ آٹھویں باب میں غیر مقلدین کا ذکر ہے۔ نویں باب میں مسلمانانِ عالم کے خلاف دشمنانِ اسلام کی سازش کا ذکر ہے۔

مقالہ کی تدوین و ترتیب میں مندرجہ ذیل علمائے کرام نے مدد فرمائی۔ راقم ان سب حضرات کا تہہ دل سے ممنون ہے۔

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور، شیخ الحدیث علامہ قاضی محمد احمد مجددی نعیمی' کراچی، علامہ مفتی محمد جان مجددی نعیمی، شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کراچی، علامہ منظور احمد سعیدی' کراچی، پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد عبد الباری صدیقی' کراچی، پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد رفیق صاحب مجددی مسعودی' لاہور، محترم سیّد انور علی صاحب (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان)' کراچی، جناب محترم مسعود احمد صاحب جھنڈیر (وہاڑی، میلسی پنجاب)، مولانا عطاء اللہ نقشبندی مجددی وغیرہ وغیرہ۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ! محبین و محسنین کے تعاون سے یہ کتاب مکمل ہوگئی۔ جو کچھ لکھا گیا نیک نیتی سے اصلاح فکر و نظر کیلئے لکھا گیا ہے۔ سچی باتیں ظاہر کرنے کیلئے لکھا گیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم کو صراطِ مستقیم پر چلائے، ان پیاروں کی راہ پر جن پر اس کریم نے انعام فرمایا اور ہم کو حق قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سیّد المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ واصحابہ وسلم

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۶ جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ	۲ / ۱۷۔ سی
۱۲ ستمبر ۱۹۹۹ء	پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی
شب جمعۃ المبارک	کراچی۔ ۷۵۴۰۰
	(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

(ا) تقلید --- فطری ضرورت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا۔[1] اس کی فطرت میں اپنی ذات کی تڑپ رکھی اور ارشاد فرمایا، اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کیلئے ایک اکیلے اسی کے ہو کر، اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔[2] ہاں، وہ کہاں ہے؟ جس طرف منہ کرو اللہ ہی اللہ ہے۔[3] کس طرح پائیں؟ کہاں تلاش کریں؟ منزل تک کیسے پہنچیں؟ وہ بڑا رحیم و کریم ہے، ہم کو دعا بھی سکھادی اور منزل کا اتا پتا بھی بتادیا۔ ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔[4] بغیر نشان قدم، منزل کا ملنا مشکل ہے۔ ہادی ورہبر چلتے گئے۔ پھر چلنے والے پیچھے پیچھے چلتے رہے، منزل تک پہنچتے رہے۔ یہ نشان قدم نہ ہوتے تو ہم کہاں کہاں بھٹکتے پھرتے! بڑا کرم فرمایا، نشان قدم عطا فرمائے، راہ پر لگادیا، منزل تک پہنچادیا۔ یہ عمل نہ معلوم کب سے جاری ہے اور کب تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو طبعاً مقلد بنایا ہے۔ انفرادی، اجتماعی، معاشرتی، جغرافیائی ہر سطح پر وہ مقلد نظر آتا ہے۔ ایک فرد دوسرے فرد کی تقلید کرتا ہے، ایک جماعت دوسری جماعت کی تقلید کرتی ہے، ایک قوم دوسری قوم کی تقلید کرتی ہے۔ شعوری اور غیر شعوری طور پر ہم ہر ایک سے کچھ نہ کچھ سیکھتے ہیں۔ ہم زندگی بھر نہ معلوم کتنے لوگوں کی تقلید کرتے ہیں تب جاکر بنتے یا بگڑتے ہیں۔ اور تو اور ہماری ساری ترقیاں اسی تقلید کی مرہونِ منت ہیں۔ سائنس کی حیرت ناک ترقیوں میں یہی تقلید جلوہ گر ہے۔ ایک نے دوسرے سے سیکھا ہے۔ تقلید سے مفر نہیں۔ انسان کے ہر قول و عمل پر تقلید کی چھاپ ہے، تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔

۱۔ قرآن حکیم، سورۂ روم، آیت نمبر ۳۰

۲۔ قرآن حکیم، سورۂ روم، آیت نمبر ۳۰

۳۔ قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۱۱۵

۴۔ قرآن حکیم، سورۂ فاتحہ، آیت نمبر ۶۔۷

دسویں صدی ہجری میں اکبر بادشاہ نے چند شیر خوار بچوں کو الگ تھلگ ایک مکان میں رکھ کر یہ جاننا چاہا کہ ایسے بچے جن کو تقلید کیلئے کوئی انسان نہ ملا جب سن شعور کو پہنچیں گے تو کس طرح بولیں گے؟ کس طرح اُٹھیں بیٹھیں گے؟ جب وہ سن شعور کو پہنچے تو جانوروں کی بولیاں بول رہے تھے، انسانوں جیسی خوبی ان میں نظر نہیں آتی تھی کیونکہ وہ انسانی ماحول سے دور رہے، تقلید نہ کر سکے۔ تقلید کرتے تو بولنا چالنا اور اٹھنا بیٹھنا آتا۔ تقلید نہ کی تو ہر کمال سے محروم رہے۔ تقلید ایک حقیقت ہے، بہت بڑی حقیقت، اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تقریباً ہر گھر میں مقلد موجود ہیں۔ جس بچے نے ابھی مدرسہ و اسکول نہ دیکھا وہ بچہ ماں باپ، بھائی بہنوں کی تقلید کرتا ہے۔ سب کی طرف سے آنکھیں بند کر لے تو کہیں کا نہ رہے۔ اس لئے ہم بچوں کیلئے اچھے سے اچھا استاد اور اچھے سے اچھا اسکول تلاش کرتے ہیں تا کہ اچھے انسانوں کی صحبت میں اچھا بنے۔ کوئی ایسا معقول آدمی نظر نہیں آتا جو یہ کہے کہ کتابیں تو موجود ہیں بچہ خود لکھ پڑھ لے گا۔ دانائی یہی ہے کہ بہترین استاد کو اپنا رہبر و رہنما بنایا جائے اور خود لکھنے پڑھنے کے زعم میں زندگی کو رائیگاں اور مستقبل کو برباد نہ کیا جائے۔

تقلید قومی ترقی کا لازمی جزو ہے۔ تہذیب و تمدن تقلید کے سہارے آگے بڑھتے ہیں، معاشرے پر نظر ڈالی جائے تو ہر شعبۂ زندگی میں تقلید کی چارہ سازی ہے۔ بول چال میں تقلید، کھانے پینے میں تقلید، پہننے اوڑھنے میں تقلید، رہن سہن میں تقلید، فکر و نظر میں تقلید، کافر و مشرک اور یہود و نصاریٰ کی تقلید۔ کسی کو یہ خیال نہ آیا کہ ہم کیوں تقلید کریں اور وہ بھی کافر و مشرک کی تقلید! تقلید ایک قومی و معاشرتی ضرورت اور ایک فطری تقاضا ہے۔ بغیر تقلید ہم ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتے اس لئے قرآن حکیم میں یوں ہدایت کی گئی 'اے ایمان والو! اللہ کی رضا پر چلو اور سچوں کے ساتھ رہو۔'[۵] سچوں کی تقلید انسان کو انسان بناتی ہے۔

تقلید سے انسان بہت سی کلفتوں سے بچ جاتا ہے اور جس شعبے میں بھی سچوں کی تقلید کی جائے زندگی کا وہ شعبہ سنورتا چلا جاتا ہے، انتشار و بگاڑ سے بچ جاتا ہے۔ ہم غور نہیں کرتے، غور کریں تو بات سمجھ میں آتی چلی جائے۔ ہم حروف کے سیٹ کو لفظ کہتے ہیں، الفاظ کے سیٹ کو جملہ، جملوں کے سیٹ کو عبارت اور عبارتوں کے سیٹ کو مقالہ، رسالہ، کتاب کہتے ہیں۔ پھر کتابوں کو پڑھ پڑھ کر زندگی بناتے ہیں۔ کوئی نہیں کہتا کہ ہم حروف تہجی سے خود الفاظ بنائیں گے، خود جملے بنائیں گے، خود زبان بنائیں گے، خود بولیں گے اور خود دوسروں کو بلوائیں گے۔ ہم دوسروں کی بنی بنائی چیزوں پر یقین نہیں رکھتے۔ کوئی اگر یہ کہتا تو ایک نامعقول بات اور غیر فطری عمل ہوتا۔ فطری عمل کے دھارے کو روکنا ممکن نہیں۔ ہم بہتر سے بہتر معاشرت و معیشت کی تقلید کی کوشش

۵۔ قرآن حکیم، سورۂ توبہ، آیت نمبر ۱۱۹

کرتے ہیں تو پھر بہتر سے بہتر فکر و نظر کی تقلید کیوں نہ کریں؟ جو دوسروں نے پرکھا اور سوچا ہے اس کو رد کر کے خود پرکھنے اور سوچنے کی بات کیوں کریں؟ تقلید کے بغیر ہم اپنے فکر و نظر کی تعمیر نہیں کرسکتے۔ یہ بات جذبات سے ہٹ کر ٹھنڈے دل سے سوچنے کی ہے۔ ایک شخص بنے بنائے مکان میں نہیں رہتا، وہ کہتا ہے اینٹ پتھر موجود ہیں، میں خود مکان بناؤں گا۔ ایسے انسان کو کوئی معقول انسان نہیں کہہ سکتا۔ دانائی یہی ہے کہ جو چیز بن گئی اس کو خود بنانے کے شوق میں بگاڑا نہ جائے اور تاریخ کے ارتقائی عمل کو چھیڑا نہ جائے۔ قرآن حکیم میں یہ حکم دے کر تاریخی عمل کو جاری رکھا ہے۔

'پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا'۔[٦]

قرآن حکیم میں بار بار اطاعت و اتباع کی تاکید[٧] اس تاریخی عمل کو جاری رکھنے کیلئے کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقلید کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ جو تقلید نہیں کرنا چاہتا وہ بھی تقلید پر مجبور ہے کسی کی نہ سہی اپنے ہی مولوی کی تقلید سہی۔ جس طرح مذہب سے انکار کرنے والا بھی اپنے خود ساختہ مذہب (ضابطہ حیات) پر چلتا ہے۔ بغیر راستے کے چلنا مشکل ہے۔ اسی لئے وہ حضرات جو تقلید کے مخالف ہیں وہ بھی تقلید پر مجبور ہیں۔

یہ ایک فطری اور معاشرتی ضرورت ہے۔ اہل حدیث عالم نواب وحید الزماں (م۔١٣٣٨ھ / ١٩٢٩ء) نے بجا فرمایا:

'ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ (م۔٧٢٨ھ / ١٣٢٨ء)، ابن قیم (م ٧٥١ھ / ١٣٥٠ء)، شوکانی (م۔١٢٥٠ھ / ١٨٣٤ء) اور شاہ ولی اللہ (١١٧٦ھ / ١٧٦٢ء) اور مولوی اسماعیل صاحب (م۔١٢٤٧ھ / ١٨٣١ء) کو دین کا ٹھیکیدار سمجھ رکھا ہے جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑھ گئے اور برا بھلا کہنے لگے۔ بھائیو! ذرا غور تو کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابو حنیفہ، شافعی کی تقلید چھوڑ دی تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہتر متاخر ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟'[٨]

نواب وحید الزماں کی بات بالکل صحیح ہے۔ تقلید کے بغیر چارہ نہیں یہ انسان کی فطری مجبوری ہے اور اس کی فطرت کا تقاضا ہے، ایسی باتوں کو ہزار روکنے کے باوجود بھی روکا نہیں جاسکتا۔ اور ہزار انکار کے باوجود بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

٦۔ قرآن حکیم، سورۂ نحل، آیت نمبر ١٢٣

٧۔ قرآن حکیم، سورۂ نساء: ١٢٥۔ طٰہٰ: ٧٣۔ اعراف: ١٥٧۔ نساء: ٥٩

٨۔ محمد حلیم چشتی، حیات وحید الزماں' کراچی، ص ١٠٢

(۲) قرآن و حدیث کی اہمیت

قرآن حکیم کتاب ہے مگر امّ الکتاب ہے۔ ساری کتابیں اس میں ہیں، سارے علوم اس میں ہیں، یہ سب کتابوں کی جان اور سب علوم کی روح ہے۔ اس میں سارے علوم ہیں،[۹] علوم و فنون کی عجب بہار ہے، اس کی ساخت ہی الگ ہے اس کا مزاج ہی اور ہے۔ قرآن حکیم کی پہچان بھی ہمیں حدیث کے واسطے سے ہوئی اس لئے قرآن حکیم کی پہچان کیلئے حدیث کا جاننا بھی ضروری ہوا۔ اس کے بغیر قرآن حکیم کی تفسیر ممکن نہیں۔ احادیث کا ایک عظیم ذخیرہ ہے۔ ان حدیثوں کو چھان پھٹک کر ان کا جوہر نکالنا' جوہری ہی کا کام ہے۔ اس ذخیرے کی چھان پھٹک انہیں کا کام ہے۔ جن کو اللہ نے فکر رسا اور دل بینا دیا۔ ہر جوہر کیلئے جوہر شناس ضروری ہے۔ہاں! انہی جوہریوں کا نام 'فقہاء و مجتہدین' ہے۔ یہ ملتِ اسلامیہ کے محسنین ہیں۔ قرآن حکیم اگر خود سمجھ میں آجاتا تو اس کیلئے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسی حامل و عامل شخصیت کی ضرورت نہیں رہتی۔ سنت نام ہے قرآن کی عملی تفسیر کا، اس لئے سنت کو قرآن سے الگ نہیں کرسکتے۔ بقول حافظ ابن قیم (م ۷۵۱ھ / ۱۳۵۰ء) سنت ہی حکمت ہے جس کا قرآن میں بار بار ذکر کیا گیا ہے۔[۱۰]

احادیث اگر خود سمجھ میں آسکتیں تو اس کیلئے مجتہدین و فقہاء کی ضرورت نہ رہتی۔ یہ جو کچھ ہوا یہ ایک فطری عمل تھا جو ہمارے آگے آیا اور تاریخ میں ثبت کردیا گیا۔ قرآن کی گہرائیاں! اللہ اکبر۔۔۔ حدیث کی پنہائیاں! سبحان اللہ۔۔۔ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوامع الکلم ہیں،[۱۱] کوزوں میں دریا بھر دیتے ہیں۔ ہمیں کیا آئے نظر، ہم کیا دیکھیں، ہم کیا سمجھیں؟ جدید تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ انسان نے اب تک اپنی دماغی قوت کا دس فی صد بھی استعمال نہیں کیا۔ پھر قرآن و حدیث سمجھنے کیلئے دماغ کہاں سے لائیں؟ ہم انگریزی جانتے ہوئے بھی کسی سائنسدان کی کتاب نہیں سمجھ سکتے۔ ہماری سمجھ کا تو یہ حال ہے قرآن تو پھر قرآن جس کے اسرار تہہ در تہہ ہیں۔ پردے اُٹھاتے جائیے جلوے نظر آتے جائیں گے۔

۹۔ قرآن حکیم، سورۂ نحل: ۸۹۔ سورۂ انعام: ۵۹

۱۰۔ ابن قیم، کتاب الروح، ص ۹۲

۱۱۔ البیان والتبیین، ج ۳ ص ۲۹

قرآن حکیم شفاء لما فی الصدور ہے۔[۱۲] دلوں کے روگ کا علاج ہے۔ طبیب کے علاوہ کون اس کتاب حکمت سے استفادہ کر سکتا ہے اور مریضوں کو دوا دے سکتا ہے۔ ہزاروں قسم کی جڑی بوٹیاں ہیں، ان کے خواص دریافت کرنا، مفردات کی الگ الگ نشاندہی کرنا، مرکتاب تیار کرنا، امراض کی تشخیص کرنا، مریضوں کیلئے دوا تجویز کرنا' یہ سارے کام ماہرین اور حکیم و طبیب کے ہیں، جو طبیب نہ ہو اور حکیم و ڈاکٹر کو نہ مانے اور خود جڑی بوٹیوں کے خواص دریافت کرنے اور مرکبات تیار کرنے نکل پڑے اس کو معقول انسان نہیں کہہ سکتے۔ اللہ نے ہر کام کیلئے کام کرنے والے بنائے ہیں، اسکے کارخانے میں کون دخل اندازی کر سکتا ہے؟ قرآن و حدیث تو گلشن سدا بہار ہے، گل چیں گلدستے بناتے ہیں اور سجانے والے اپنے ایوانوں کو سجاتے ہیں۔ کوئی ایسا معقول انسان نظر نہیں آتا کہ ان گلدستوں کو جھٹک دے اور گل چیں کی محنت کو خاک میں ملا دے۔

قرآن حکیم کے حروف پر نہ نقطے تھے نہ زبر زیر پیش۔ یہ سورتوں اور منزلوں میں تقسیم تھا۔ پھر جب اسلام عجم میں پھیلتا گیا، رفتہ رفتہ نقطے بھی لگائے گئے اور زیر زبر پیش بھی ڈالے گئے۔ تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا اور پاروں کو رکوع اور ربع، نصف، ثلث میں تقسیم کیا گیا۔[۱۳] اشاعتِ قرآن حکیم کا یہ ایک فطری تسلسل تھا جو جاری رہا، ہم اس کی رد نہیں کر سکتے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں تو ایسا نہ تھا۔ ہم بہتر سے بہتر تلاش میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذِمہ لیا تھا۔[۱۴] اللہ اکبر! اس کا ظاہر بھی محفوظ رہا اور باطن بھی محفوظ رہا۔ یہ ایک عظیم معجزہ ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب اس طرح محفوظ نہیں۔ اس کا یاد رہنا بھی معجزہ ہے۔ وحی نازل ہوگئی، یاد ہوگئی۔ اللہ اکبر! پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھ کر سنایا، صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یاد ہو گیا۔ اللہ اکبر! یادوں کا یہ سلسلہ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود قائم ہے اور قائم رہے گا۔ کوئی کتاب یاد نہیں ہوئی۔ ہاں قرآن یاد ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ قرآن حکیم، سورہ یونس، آیت نمبر ۵۷

۱۳۔ تفصیل کیلئے راقم کی کتاب آخری پیغام (مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء) کا مطالعہ کریں

۱۴۔ قرآن حکیم، سورہ حجر، آیت نمبر ۹

یہی نہیں حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے قرآن حکیم کے علاوہ جو بات نکلی وہ بھی محفوظ ہو گئی۔ احادیث شریفہ بھی محفوظ ہو گئیں اور یہ جو بات مشہور کر دی گئی ہے کہ احادیث کو دو ڈھائی سو برس کے بعد جمع کیا گیا' صحیح نہیں۔ خود حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احکامِ نبوت کتابت کرائے۔[15] عمرو بن حزم کو اسی قسم کی دستاویز ۱۰ھ / ۶۳۱ء میں عطا فرمائی۔[16] ایک اور دستاویز کتاب الصدقہ کتابت کرائی جس پر حضرت صدیق اکبر (م ۱۳ھ / ۶۳۴ء) اور حضرت عمر فاروق (م ۲۳ھ / ۶۴۳-۴ء) رضی اللہ عنہما کا عمل رہا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (مقیم پیرس) نے ایک کتاب الوثائق السیاسیہ فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدہ لکھی جو مصر سے شائع ہوئی۔ اس میں خاص عہدِ نبوی کی دو سو (۲۰۰) سے زیادہ دستاویزات ہیں پھر نئے ایڈیشن میں چالیس مزید معاہدوں کا اضافہ کیا۔

عہدِ نبوی سے ہی صحابہ کرام نے نجی طور پر احادیث کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا، اس جان جاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اداؤں کو محفوظ کرنے والے اس کی باتوں کو کیسے محفوظ نہ کرتے؟ سوچنے کی بات ہے کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو وہ اس کی ہر چیز کی حفاظت کرتا ہے، یہ انسان کی فطرت ہے، پھر جس شان کا محبوب ہو گا حفاظت بھی اسی شان کی ہو گی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ جمع نہ فرمائیں ہوں؟ عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودات وارشادات کی حفاظت کرنا اتنی عجیب بات نہیں جتنا یہ کہنا عجیب ہے کہ حفاظت نہیں کی گئی۔ یقیناً حفاظت کی گئی۔ احادیثِ نبویہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ جو عطا فرمائیں لے لو جس سے منع فرمائیں باز رہو[17]۔ اس سے خود بخود احادیث کی اہمیت واضح ہو گئی۔ کسی تفصیل میں جانے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ بہت سے طلبہ اپنے استادوں کی تقریریں جمع کرتے ہیں پھر وہ استادوں کے نام سے شائع کر دی جاتی ہیں۔ جب طالبِ علم' استاد کی باتیں جمع کرتا ہے ہم اس کو تاریخ کا ایک حصہ تسلیم کرتے ہیں تو غور فرمائیں وہ صحابہ کرام جنہوں نے اپنا مال، اپنی اولاد، اپنی جان سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وار دیئے، آپ کی باتیں کیوں نہ محفوظ کرتے؟ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عہدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے احادیث شریفہ کا سرمایہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ذاتی مجموعوں، یاد داشتوں اور سینوں میں مسلسل محفوظ چلا آرہا تھا، اس سرمایہ کو تابعین اور پھر تبع تابعین نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور پوری پوری حفاظت فرمائی۔ یہ کہنا کہ احادیث شریفہ محض یاد داشتوں سے دو تین سو برس کے بعد جمع کی گئیں تاریخ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ تمام احادیث تحریری اور تقریری صورت میں محفوظ تھیں۔ شاید آپ کو تعجب ہو کہ یاد داشتوں میں احادیث کیسے محفوظ رہیں۔ ہم صحابہ کی یاد داشت کو اپنی یاد داشت پر قیاس کرتے ہیں۔ ہر گز ایسا نہیں تھا۔ یہاں صرف ایک واقعہ نقل کروں گا جو آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے۔

۱۵۔ مسند دارمی، ص ۶۷۔ جامع البیان والعلم، ص ۱، ص ۷۱ / ۱۶۔ الاستیعاب، ج ۱ ص ۴۳۷ / ۱۷۔ قرآن حکیم، سورہ حشر، آیت نمبر ۷

گورنرِ مکہ مروان بن الحکم (م ۶۵ھ / ۵۔۶۸۴ء) نے ایک روز صحابیٔ رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۵۷ھ / ۷۔۶۷۶ء) کو بلایا اور پردے کے پیچھے ایک کاتب کو بٹھا دیا۔ مروان نے آپ سے احادیث شریفہ دریافت کیں آپ بتاتے چلے گئے۔ پردے کے پیچھے کاتب لکھتا گیا۔ بہت سی حدیثیں جمع ہو گئیں۔ ایک سال بعد پھر بلایا اور وہی احادیث شریفہ دریافت کیں جو پچھلے سال دریافت کیں تھی' کاتب کو پردے کے پیچھے بٹھا دیا کہ تقابل کرتا جائے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ ایک حرف کا بھی فرق نہ نکلا۔ ہو بہو وہی متن تھا جو پچھلے سال املا کرایا گیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس آیہ کریمہ پر کس شان سے عمل کیا کہ رسول جو عطا فرمائیں لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔[18]

اب ہم آگے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے احادیث شریفہ کے عظیم سرمایہ کو تحریری طور پر کیسے محفوظ فرمایا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے احادیث کے مختلف مجموعہ جمع کئے۔ تحریری سرمایہ میں یہ صحائف قابلِ ذکر ہیں:۔

صحیفہ صدیقی / صحیفہ علوی / صحیفہ سمرہ[19] / صحیفہ صادقہ / صحیفہ صحیحہ[20] /

صحیفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا، میرے پاس احادیث کے خزانے ہیں' میں نے تھوڑا سا نکالا ہے۔)

صحیفہ عبد اللہ بن عمر بن العاص قرشی' (یہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے ارشادات لکھا کرتے تھے۔)[21]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیاضیں / صحیفہ عمر بن حزم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ / صحیفہ عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحیفہ سعد بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ / عمرو بن امیہ الضمری کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیثِ نبویہ کے بہت سے مجموعے دکھائے۔[22]

۱۸۔ قرآن حکیم، سورہ حشر، آیت نمبر ۷

۱۹۔ یہ صحیفہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے جمع فرمایا۔ (جامع البیان العلم، ج ۱ ص ۷۲)

۲۰۔ صحیفہ صحیحہ (ما قبل ۵۸ھ) یہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگرد ہمام بن منبہ بن کامل بن شیخ اسمائی الصنعانی الابناوی کیلئے مرتب فرمایا جو صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے حیدر آباد دکن سے شائع ہوا، اس کا چوتھا ایڈیشن (مطبوعہ ۱۹۵۶ء) ہمارے سامنے ہے۔ یہ صحیفہ مشہور محقق ڈاکٹر حمید اللہ نے مرتب فرمایا اور پہلی بار مکتبہ نشاۃ ثانیہ، معظم شاہی مارکیٹ، حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے بہت ہی معلومات افزا اور مفید مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ بعض مرتبین نے صحیفہ ہمام کو اپنے مجموعوں میں محفوظ کیا مثلاً امام احمد بن حنبل نے بجنسہ محفوظ کیا۔ دوسرے محدثین نے اس کی حدیثیں مختلف ابواب میں شامل کیں۔ امام بخاری نے یہ احادیث ۱۳۸ مقامات پر مختلف ابواب میں شامل فرمائیں۔

۲۱۔ جامع البیان العلم، ج ۱ ص ۷۲

۲۲۔ طبقات حنابلہ، ص ۳۲۵

یہ تو تھی احادیث کے مجموعوں کی باتیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے صرف احادیث کو جمع ہی نہیں کیا بلکہ اس کے مفاہیم بھی ہم کو بتائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد قرآن کی مراد بتانے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان ہی تھے۔ بلکہ نہ صرف مفاہیم ہی بتائے بلکہ فیصلے بھی فرمائے۔

غالباً سب سے پہلے امام مالک کے استاد ابن شہاب زہری نے عمر بن عبد العزیز (م ۱۰۱ھ / ۷۱۹ء) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایماء پر سند کے ساتھ احادیث کو مدون فرمایا تھا۔ مسند ابی حنیفہ، کتاب الآثار ابو حنیفہ، مؤطا امام مالک احادیث صحیحہ کے مجموعے ہیں جن میں سترہ سو احادیث مضمون وار درج ہیں۔ پھر یہ انفرادی مجموعے ہیں:۔

- کتاب السنن عبد المالک بن عبد العزیز بن جریج (م ۱۵۰ھ / ۷۶۶ء)
- کتاب الفرائض ابن مقسم (م ۱۸۶ھ / ۸۰۲ء)
- کتاب السنن یحییٰ بن زکریا (م ۱۸۳ھ / ۸۰۰ء)
- کتاب السنن وکیع بن الجراح (م ۱۹۷ھ / ۱۳-۸۱۲ء)
- کتاب السنن سعید بن ابی عروبہ (م ۱۵۶ھ / ۷۷۲ء)
- کتاب التفسیر ہشم بن بشیر (م ۱۸۳ھ / ۷۹۹ء)

(تلمیذ امام ابو حنیفہ)

ان محدثین نے سیرت، تاریخ، فقہ، ادب و شعر وغیرہ پر بھی کتابیں لکھیں۔ یہ ایک طویل تاریخ ہے۔[۲۳]

۲۳۔ تاریخ اسلام، السیاسی، ج ا ص ۳۹۶

تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس انفرادی طور پر احادیث کے کئی مجموعے محفوظ تھے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ یہ پہلی صدی ہجری کی بات ہے۔ دوسری صدی میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الآثار کے نام سے احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا پھر اسی صدی میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۷۹ھ / ۷۹۵ء) نے مؤطا کے نام سے احادیث کا مجموعہ مرتب کیا اس کا بھی اوپر ذکر کیا گیا ہے پھر امام بخاری (م ۲۵۶ھ / ۸۷۰ء)، امام مسلم (م ۲۶۱ھ / ۵-۸۷۴ء)، ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ / ۷-۸۸۶ء)، امام نسائی (م ۳۰۳ھ / ۶-۹۱۵ء)، امام احمد بن حنبل (م ۲۹۴ھ / ۹۰۷ء)، امام ترمذی (م ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء) وغیرہ نے احادیث کے مجموعے مرتب کئے۔ تو تدوین و جمع احادیث کا سلسلہ عہدِ نبوی سے ہی شروع ہو چکا تھا اور دو صدیوں کے اندر اندر یہ سلسلہ کمال تک پہنچ چکا تھا۔ بقول ابنِ قیم حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے دو طرح کی تبلیغ کی گئی۔ الفاظ نبوت کی تبلیغ اور معانی کی تبلیغ۔[۲۴] حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احکامِ نبوت کتابت کرائے۔[۲۵] عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کو ۱۰ھ میں اسی قسم کی دستاویز عطا فرمائی۔[۲۶] یہ دستاویز چمڑے پر تحریر تھی اس کو امام زہری نے بھی دیکھا تھا۔ اس کو چاروں اماموں نے تسلیم کیا۔ ایک اور دستاویز 'کتاب الصدقہ' کتابت کرائی جس پر حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل رہا۔ ابو داؤد، ترمذی نے اس نوشتے کی حدیثیں نقل کی ہیں۔[۲۷]

قرآن کریم کی شان یہ ہے کہ لا ریب شک کی جگہ نہیں۔ احادیث کے مجموعوں کی شان بھی یہ ہے کہ 'شک اور یقین' کو الگ الگ کر دیا گیا۔ یہ خوبی دنیا کی کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ہم جھوٹ بولنے، جھوٹ لکھنے، جھوٹ سننے کے عادی ہو چکے ہیں اسی لئے احادیث کی سب سے بڑی خوبی کو سب سے بڑی خامی بنا کر پیش کرتے ہیں۔ عقل یہ کہتی ہے کہ جب شک و یقین الگ الگ کر دیا گیا تو یقین کو اپنا لیا جائے یہ نہیں کہ شک کی بنیاد پر یقین کو چھوڑ دیا جائے، یہ نادانی اور بے عقلی کہی جا سکتی ہے۔ ہم اخبار پڑھتے ہیں، ہم کو معلوم ہے کہ جھوٹ اس کے خمیر میں ہے مگر پھر بھی چھوڑتے نہیں، پڑھے بغیر چین نہیں آتا جو دلیل احادیث کیلئے دیتے ہیں یہاں بھول جاتے ہیں۔ کہیں ہمارے دلوں میں روگ تو نہیں! کہیں ہم دشمنوں کی سازشوں کا شکار تو نہیں! جو حیلے بہانوں سے ہم سے ہماری دولت چھین رہے ہیں۔ احادیث کے بارے میں مشہور عالمی محقق ڈاکٹر حمید اللہ (مقیم پیرس) کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں:۔

'یہ امر بڑا تاثر انگیز ہے کہ باوجود صدیوں کے فصل ہونے اور درمیان میں راویوں کی نسلوں کی نسلیں گزر جانے کے ان حدیثوں کا مفہوم تو کیا، کوئی نقطہ، کوئی شوشہ تک نہیں بدلتا۔ اس انسانی احتیاط اور دیانت داری کے سامنے ادب سے سر جھکائے بغیر چارہ نہیں'۔[۲۸]

۲۴۔ جامع البیان العلم، ج ا ص ۴۲ / ۲۵۔ مسند احمد، ص ۶۷۔ جامع البیان والعلم، ج ا ص ۷۱ / ۲۶۔ استیعاب، ج ۲ ص ۴۳۷

۲۷۔ محمد علی: امام اعظم اور علم حدیث، سیال کوٹ، ص ۹۱-۹۲، بحوالہ دار قطنی، ص ۲۰۹ / ۲۸۔ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص ۶۴

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے قضا کا سلیقہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھا، اُن سے تابعین نے سیکھا، ان سے تبع تابعین نے سیکھا۔ یہ سلیقہ نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا ہوا علمائے اُمت تک پہنچا۔ یہ ایک فطری عمل تھا جو جاری رہا۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اصحاب (مرد وزن) ایک سو تیس (۱۳۰) سے اوپر نفوس قدسیہ تھے۔[۲۹]

ابن حزم (م ۴۵۶ھ / ۱۰۶۳ء) نے لکھا ہے کہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۶۸ھ / ۶۸۷ء) نے صرف فتاویٰ ' ضخیم جلدوں میں جمع کئے جو ان کے دریائے فقاہت کا ایک چلّو تھا۔[۳۰] یہ بیس جلدوں میں مرتب ہوئے۔[۳۱] بقول شاہ ولی اللہ کثیر الفتاویٰ یہ چار ہیں ' عمر، علی، عبد اللہ بن مسعود، عائشہ، زید بن ثابت، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بزرگ ترین عمر، علی، عبد اللہ بن مسعود، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔[۳۲]

چاروں خلفاء کے فقہی اور شرعی فیصلوں پر مشتمل الگ الگ کتابیں شائع ہو گئی ہیں۔ ائمہ اربعہ کی کاوشوں پر اہم کام ہوئے ہیں۔ اسلامی حدود کے دائرے کی وسعت کے ساتھ ساتھ تحریری و تبلیغ کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریری احکام کے ساتھ صحابہ کو مفتوحہ ممالک میں بھیجا۔ مثلاً عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۳۲ھ / ۶۵۲ء) کو ایک صحابی کے ساتھ کوفہ روانہ کیا جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء) کا مستقر تھا۔ معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۶۰ھ / ۶۷۹ء)، عبد اللہ بن معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۸۸ھ / ۷۰۶ء)، عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۵۲-۵۳ھ / ۶۷۲ء) کو بصرہ بھیجا، معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام روانہ کیا۔[۳۳] فتوحات کے ساتھ ساتھ قسم قسم کے مسائل بھی پیدا ہوئے، صرف ایک عشرے کے اندر اندر کتنی فتوحات ہوئیں۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

- خالد بن ولید (م ۲۱ھ / ۶۴۲ء) اور ابو عبیدہ بن الجراح (م ۱۸ھ / ۶۳۹ء) رضی اللہ عنہما نے ۱۴ھ / ۶۳۵ء میں دِمشق (شام) فتح کیا۔
- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۵۵ھ / ۶۷۴ء) نے نومبر ۱۴ھ / ۶۳۵ء ایرانی لشکر کو شکست دے کر ایران فتح کیا۔
- ۱۵ھ / ۶۳۷ء میں بیت المقدس کے بطریق نے بیت المقدس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کیا۔
- ۱۶ھ / ۶۳۷ء ایرانیوں کا ساسانی پایہ تخت مدائن فتح ہوا۔ عراق بھی عربوں کے قبضے میں آگیا۔
- ۱۷ھ / ۶۳۸ء میں کوفہ و بصرہ کی فوجی چھاؤنیاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے قائم ہوئیں۔
- ۱۹-۲۰ھ / ۶۴۰-۶۴۱ء میں عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۴۳ھ / ۶۶۳ء) نے مصر فتح کیا۔
- ۲۲-۲۵ھ / ۶۴۳-۶۴۶ء تک ایران کی فتح مکمل ہوئی۔

۲۹۔ اعلام الموقعین، ص ۵ / ۳۰۔ الوابل الصیب، ص ۷۸ / ۳۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام / ۳۲۔ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱ ص ۱۳۳

۳۳۔ ازالۃ الخفاء، ج ۲ ص ۶

(۳) حکمت و فقاہت قرآن حکیم کی روشنی میں

قرآن حکیم میں عالم اور غیر عالم کا فرق واضح کیا گیا ہے[۳۴] اور عالم و علماء کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔[۳۵] پھر ان کے درجات بلند کرنے کا بھی ذکر ہے[۳۶] اور یہ بھی بتایا ہے کہ ہر علم والے پر ایک علم والا ہے۔[۳۷] علم کے علاوہ قرآن حکیم میں حکمت کا بھی ذکر ملتا ہے اس کی شان ہی کچھ اور ہے۔ فرمایا، اللہ حکم دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔[۳۸] معلوم ہوا کہ حکمت عنایتِ خاص ہے اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جن کے دلوں میں اللہ نے حکمت رکھی وہ جنتی ہیں۔[۳۹] یہ بھی فرمایا، جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ رکھتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔[۴۰]

یہی حکمت سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اُتاری گئی[۴۱] اور اسی حکمت کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خاص غلاموں کو تعلیم دی۔[۴۲] یہ حکمت جب اپنی انتہا کو پہنچتی ہے[۴۳] تو اپنا رنگ دکھاتی ہے اور سکّہ جماتی ہے۔ یہی حکمت والے وہ علم والے اور ذکر والے ہیں جن کیلئے ہدایت کی گئی ہے کہ جو تمہاری سمجھ میں نہ آئے وہ ذکر کرنے والوں سے پوچھو۔[۴۴] ہاں یہی ذکر کرنے والے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اللہ کے محبوبوں کو یاد کرنے والے، اللہ کی کتاب پڑھنے والے، اللہ کے دن یاد کرنے والے، اللہ کے انعامات و احسانات ماننے والے ہیں۔ ہاں ہرگز ہرگز ان سے پیٹھ پھیر کر بے نیاز نہ ہونا، ان کے ہمیشہ نیاز مند رہنا۔ کیونکہ عقل و حکمت انہیں کے پاس ہے وما یعقلها الا العالمون[۴۵] یعنی عقل اور حکمت و فقاہت علماء ربانیین کے پاس ہے، سب کے پاس نہیں اس لئے حضور، انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ربانیین، علماء، فقہاء بنو۔[۴۶]

۳۴۔ قرآن حکیم، سورۂ قصص، آیت نمبر ۸۰۔ سورۂ روم، آیت نمبر ۵۶۔ سورۂ سبا، آیت نمبر ۶۰

۳۵۔ قرآن حکیم، سورۂ عنکبوت، آیت نمبر ۴۳۔ سورۂ شعراء، آیت نمبر ۱۹۷۔ سورۂ فاطر، آیت نمبر ۲۸

۳۶۔ قرآن حکیم، سورۂ مجادلہ، آیت نمبر ۱۱ / ۳۷۔ قرآن حکیم، سورۂ یوسف، آیت نمبر ۷۶ / ۳۸۔ قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۵۹

۳۹۔ مسند امام اعظم، لاہور، ص ۳۸ / ۴۰۔ بخاری شریف، ج ۱ ص ۲۴ / ۴۱۔ قرآن حکیم، سورۂ نساء، آیت نمبر ۱۱۳

۴۲۔ قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۱۵۱۔ قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۱۶۴۔ قرآن حکیم، سورۂ جمعہ، آیت نمبر ۲

۴۳۔ قرآن حکیم، سورۂ قمر، آیت نمبر ۵ / ۴۴۔ قرآن حکیم، سورۂ نحل، آیت نمبر ۴۳ / ۴۵۔ قرآن حکیم، سورۂ عنکبوت، آیت نمبر ۴۳

۴۶۔ غرائب البیان، ص ۲۳۰ بحوالہ بخاری شریف

قرآن حکیم میں سوال کیا گیا، کیا جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر ہے' [۴۷] یعنی قرآن و حدیث اور علم فقہ جاننے والا اور نہ جاننے والے۔ مجتہدین و محدثین ہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے ساتھ رہنے کیلئے میں مامور ہوں۔ [۴۸] یہی پختہ علم والے ہیں۔ [۴۹] انہیں کیلئے فرمایا، اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں۔ [۵۰] یہ ذی اختیار لوگ، یہ پختہ علم والے، یہ حکمت والے وہی ہیں جن کی حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعریف کی، جو حکیمانہ فیصلے کرے اور اس کی تعلیم دے اور اپنی طرف سے کوئی تکلف نہ کرے۔ [۵۱] حقیقت یہ ہے کہ حکام، علماء کے تابع ہوتے ہیں اس لئے قرآن حکیم میں جن اولی الامر کی اطاعت کیلئے کہا گیا ہے وہ علمائے حق ہیں۔ [۵۲] حکام تو حکم نافذ کرتے ہیں، حکم دینے والے علمائے حق ہوتے ہیں۔ ہاں انہیں کی اقتداء کا ہمیں حکم دیا اور فرمایا وہی راسخون فی العلم ہیں، انہیں کیلئے فرمایا کہ تاویل و تفسیر آیات اللہ راسخون فی العلم جانتے ہیں [۵۳] اور راسخون فی العلم وہ ہیں جو علم سینہ یعنی علم نافع سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ ہر کس و ناکس راسخون فی العلم نہیں ہاں صرف دماغ کافی نہیں یہاں دل کی بھی ضرورت ہے بلکہ دل ہی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہر آیت کا ظاہر و باطن ہے اور ہر ایک کی ابتداء و انتہا ہے۔ ہم تو وہ بھی نہیں جانتے جو ہمارے سامنے ہے اور کیا جانیں گے؟ اندر کا جاننا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہر کتاب کا باطن ہے اس کو جانے بغیر کتاب کا جاننا ممکن نہیں اس لئے انہیں کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے، ہم سے پہلے ہمارے امام ہیں جن کی ہم اقتداء کرتے ہیں اور بعد والے ہماری اقتداء کریں گے۔ [۵۴] اس حدیث کی رو سے فقہاء امام کہلائے اور ان کے پیچھے چلنے والے ان کے مقلد کہلائے۔ یہ ایک فطری عمل ہے جس کی طرف حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی سمجھ رکھنے والے اور قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے والے اور ہی ہیں۔ [۵۵] ہر کس و ناکس کا نہ یہ فریضہ ہے اور نہ یہ کام قرآن و حدیث سے فقہی احکام تلاش کرتا پھرے۔ تلاش کرنے والے ہی اور ہیں۔ تائید الٰہی جن کے شامل حال ہے۔ [۵۶] جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے [۵۷] وہی کہتے ہیں جو حق ہے۔ جو گفتار و کردار میں اللہ کی برہان ہیں۔ ہم کیا اور ہمارا علم کیا؟ ہم تو عربی بھی نہیں جانتے۔ ہم تو علوم قرآن و حدیث سے بھی واقف نہیں۔ ماشاء اللہ باتیں بہت کرتے ہیں۔

۴۷۔ قرآن حکیم، سورۂ زمر، آیت نمبر ۹ / ۴۸۔ مسند امام اعظم، لاہور، ص ۳۷ / ۴۹۔ قرآن حکیم، سورۂ نساء، آیت نمبر ۶۲

۵۰۔ قرآن حکیم، سورۂ نساء، آیت نمبر ۸۳ / ۵۱۔ بخاری شریف، ج ۳، لاہور، باب نمبر ۱۲۱۶، ص ۸۶۷

۵۲۔ قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۷۔ سورۂ نساء، آیت نمبر ۱۶۲ / ۵۳۔ قرآن حکیم، سورۂ نساء، آیت نمبر ۵۹

۵۴۔ بخاری شریف، ج ۳، لاہور، باب نمبر ۱۲۰۵، ص ۸۴۸ / ۵۵۔ قرآن حکیم، سورۂ توبہ، آیت نمبر ۱۲۳۔ سورۂ نساء، آیت نمبر ۸۳

۵۶۔ قرآن حکیم، سورۂ عنکبوت، آیت نمبر ۶۹ / ۵۷۔ قرآن حکیم، سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۵۴

حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث سے مسائل نکالنے والے مجتہدین فقہاء کو ایک لطیف تمثیل سے سمجھایا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۴۴ھ / ۶۶۴ء) فرماتے ہیں کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو ہدایت اور دین اللہ سبحانہ' نے مجھ دے کر بھیجا ہے اس کی مثال بارش کی سی ہے جو زمین پر پڑی۔ زمین کے حصے نے جو بہت عمدہ تھا خوب پانی پیا گھاس اور سبزہ اچھا اُگایا اور ایک حصہ جو بنجر تھا اس نے پانی کو سمیٹ لیا، اس کے ذریعے اللہ سبحانہ' نے دوسروں کو فائدہ پہنچایا۔ خود پانی پیا دوسروں کو پلایا لیکن زمین کا ایک حصہ جو چٹیل تھا اس نے نہ پانی روکا نہ گھاس اُگایا۔ یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ سبحانہ' کے دین میں تفقہ کیا اور اللہ سبحانہ' نے اسے دین سے فائدہ دیا اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔[۵۸]

۵۸۔ بخاری شریف، ج ا ص ۵۰ (محمد علی ۵۰)

(4) تقلید قرآن و حدیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، پھر ہم نے تم پر وحی بھیجی کہ دینِ ابراہیمی کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا۔[۵۹] دینِ ابراہیمی ہی دینِ اسلام ہے جو روزِ اوّل سے چلا آرہا ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک اللہ کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہے۔[۶۰] یہود و نصاریٰ نے الگ الگ راہیں نکالیں اور لوگوں کو دعوت دی۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور کتابی بولے یہودی و نصاریٰ ہو جاؤ، راہ پاؤ گے۔ تم فرماؤ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں اور وہ ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔[۶۱] اللہ کے نزدیک یہودیت اور نصرانیت کی کوئی حقیقت نہیں، صرف مسلمان ایک حقیقت ہے یہی وہ نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھا ہے۔[۶۲] ان آیات سے ایک طرف تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقلید شخصی فرض ہے، ایسا نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ نہ کہا جاتا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے قولی یا علمی و عملی آثار کو مٹانا نہیں چاہئے کیونکہ وہ ایک تاریخی عمل کا حصہ ہیں۔ دینِ اسلام حضرت آدم علیہ السلام سے چلا آرہا ہے۔ جو امین نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ ہر نبی اور رسول نے یہی پیش کیا، پھر یہ دین برسہا برس ارتقائی منزلیں طے کرتا ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مکمل ہوا اور اعلان کر دیا گیا: آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں۔[۶۳]

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تخلیقِ کائنات کا نقطہ آغاز ہیں۔[۶۴] آپ خلقت میں اوّل ہیں بعثت میں آخر۔ اسلام کے نقطہ آغاز بھی نقطہ انجام بھی۔ اسلام کے سفر کی ابتداء بھی اور اسلام کے سفر کی انتہا بھی۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!

قرآن حکیم میں حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دینِ ابراہیمی کی پیروی کیلئے کہا گیا ہے۔[۶۵] حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیروی کی کیا ضرورت تھی مگر بتایا یہ جا رہا ہے کہ تاریخی عمل کو جاری رہنا چاہئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقلید کی، جو مسئلہ سامنے آتا' آپ ہی سے دریافت کرتے جس کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔[۶۶] حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام صحابہ نے کبار صحابہ سے پوچھا، اس طرح ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کبار صحابہ کے مقلد ہوئے حالانکہ سب ہی نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور سب ہی نے باتیں سنی تھیں، مگر دین کی سمجھ کچھ اور ہی چیز ہے جس نے کبار صحابہ کو ممتاز کر دیا پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید اُن حضرات نے کی جنھوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی اور

۵۹۔ قرآن حکیم، سورۂ نحل، آیت نمبر ۲۳ / ۶۰۔ قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۱۹ / ۶۱۔ قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۱۳۵

۶۲۔ قرآن حکیم، سورۂ حج، آیت نمبر ۲۸ / ۶۳۔ قرآن حکیم، سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۳

۶۴۔ فتاویٰ حدیثیہ، ص ۲۸۹۔ مواہب اللدنیہ، ج ۱ ص ۵۵۔ زرقانی، ج ۱ ص ۴۶ (بحوالہ مصنف عبدالرزاق)

۶۵۔ قرآن حکیم، سورۂ نساء، آیت نمبر ۱۲۵ / ۶۶۔ قرآن حکیم، سورۂ نساء، آیت نمبر ۱۷۶، ۱۲۷

جن کو ہم تابعین کہتے ہیں، پھر تابعین کی تقلید ان حضرات نے کی جنہوں نے صحابہ کرام کی زیارت نہیں کی جنہیں ہم تبع تابعین کہتے ہیں پھر تابعین کی تقلید ان حضرات نے کی جنہوں نے صحابہ کرام کی زیارت نہیں کی جنہیں ہم تبع تابعین کہتے ہیں۔ صدیوں کانوں اور زبانوں کے ذریعے علم پھیلا۔ کاغذ و قلم کمیاب تھے۔ لکھنے والے بہت قلیل۔ عام طور پر کتابیں میسر نہ تھیں۔ جو کتاب لینا چاہتا کتاب نقل کرنے کیلئے کاتبوں کو کتب خانوں میں مہینوں بٹھاتا تب کہیں جاکر ایک کتاب میسر آتی۔ کتابوں کی فراوانی کے اس دور میں ہم ماضی کی ان مشکلات کا تصور تک نہیں کر سکتے۔ جب صورت ایسی جانگسل تھی تو مسلمانانِ عالم، محدثین و فقہاء سے بے نیازی کا تصور تک نہیں کر سکتے تھے۔ چودہ صدیوں تک تقلید سے چھٹکارا پانے کی بات نہ ہوئی۔ آزادی کا زمانہ بیت گیا۔ غلامی کا زمانہ آگیا۔ ہر گوشے سے باتیں بنانے والے نکل پڑے۔ جوان جو پہلے ہی حیران و پریشان تھے، وہ ایسی باتیں سن سن کر اور حیران ہو رہے ہیں جو کبھی نہ سنی تھیں۔ اقبال نے سچ کہا ؎

کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

بلاشبہ تقلید ایک تاریخی عمل تھا جو جاری رہا اور اسی تسلسل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد کا زمانہ، پھر اس کے بعد کا زمانہ[67] جن کا پورا ذکر کیا گیا جن کو ہم ائمہ اربعہ کہتے ہیں وہ انہیں مبارک زمانوں میں ہوئے اکثر لوگوں کو اس کا علم تک نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[68] زمانہ تابعین میں پیدا ہوئے اور اسی زمانے میں انتقال فرمایا گویا 'خیر القرون' میں پیدا ہوئے اور خیر القرون میں انتقال فرمایا جس مبارک زمانے کی دوسرے زمانوں سے برتری کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بشارت دی۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ[69] زمانہ تابعین میں پیدا ہوئے اور زمانہ تابعین میں انتقال فرمایا۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ[70] اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ[71] زمانہ تابعین میں پیدا ہوئے اور زمانہ تبع تابعین میں انتقال فرمایا۔ غور کریئے تو معلوم ہوگا کہ چاروں کے چاروں امام جن کے مقلدین سارے عالم میں ہوئے ہیں اور سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت کہلاتے ہیں 'خیر القرون میں پیدا ہوئے اور خیر القرون میں زندگی بسر کی جس کی بہتری اور برتری کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضمانت دی، ان چاروں مذاہب[72] (سلاسل فکر اسلامی) کا ماخذ وہی ہے جو عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عہدِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تھا۔ یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ انسان خود سوچ سکتا ہے کہ خیر القرون کی شخصیات واجب الاطاعت ہیں یا 'شر القرون کی شخصیات؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا، وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود دیکھا اور سنا ہے ہم کو کسی تقلید کی ضرورت نہیں مگر اُن میں سے کسی نے یہ نہیں کہا بلکہ فقہاء اور کبار صحابہ کی تقلید کی کیوں کہ قرآن کا یہی حکم تھا[73] تو تقلید سنتِ رسول بھی ہے اور سنتِ صحابہ بھی، سنتِ تابعین بھی، تبع تابعین بھی، سنتِ صلحاء امت بھی۔

(حوالہ جات اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں)

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ تقلید کوئی نئی چیز نہیں بلکہ تقلید نہ کرنا نئی چیز ہے اور سنتِ رسول اور سنتِ صحابہ کے خلاف ہے۔ جو تقلید سے دور کرتا ہے، جو ہم کو ہمارے ماضی سے دور کرتا ہے اور جو ماضی سے دور کرکے حال کے اندھیریوں میں گم کرتا ہے وہ محسن نہیں ہو سکتا۔ ذرا غور فرمائیں! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قرآن پڑھ کر سنایا، قرآن پڑھنا سکھایا، ان کے دل پاک کئے اور ان کو حکمت سکھائی۔[۶۷] بعد میں آنے والوں نے یہ ذمہ داریاں ایک ایک کرکے سنبھالیں۔ حفاظ و قراء نے قرآن پڑھنا سکھایا، اولیاء و صلحاء نے دلوں کو پاک کیا، علماء و فقہاء نے علم و حکمت سکھائی اور اس عملی تسلسل کو باقی رکھا جس کا آغاز حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔ ہم ان کو چھوڑ کر ان کا دامن کیوں پکڑیں جو یقین تک پہنچنے کے بعد پھر شک کی راہ پر چلانا چاہتے ہیں، جو عہدِ نبوی سے شروع ہونے والے نظری و عملی تسلسل کو مٹانے پر آمادہ ہیں۔

(بقیہ حوالہ جات)

۶۷۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب المناقب، باب مناقب صحابہ، حدیث نمبر ۴

۶۸۔ کتاب کا پانچوں باب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے حالات اور دینی خدمات کیلئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ تفصیلی حالات وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ مسعودؔ

۶۹۔ امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پر دادا ابو عامر مشرف با اسلام ہو کر حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ کے دادا ابو انس مالک بن ابی عامر کبار تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ مشہور قول کے مطابق آپ کی ولادت (م ۹۳ھ / ۷۱۱ء) میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ ابن شہاب زہری، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ آپ کے اساتذہ میں تھے۔ ساری زندگی مدینہ طیبہ میں گزاری، آپ نے اسّی سال کی عمر میں ۱۷۹ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ آپ نے عباسی خلیفہ منصور (م ۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ) کی فرمائش پر دس ہزار احادیث کا بہترین انتخاب الموطا مدون فرمائی جو خلیفہ المہدی (م ۱۵۸ھ / ۱۶۹ء) کے زمانے میں متداول تھی۔ آپ حدیث کے امام تھے اور رجال میں سند تھے۔ آپ کی فقہ مندرجہ ذیل علاقوں میں پھیلی: مدینہ طیبہ، مشرق اولیٰ، بصرہ، مشرق اقصیٰ، مصر، شمالی افریقہ اور اندلس میں مغرب اقصیٰ، سوڈان، بحرین، کویت، مراکش وغیرہ۔ مختلف ممالک میں مالکیہ کی تعداد چار کروڑ ہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ج ۱۸، ص ۳۷۲ ملخصاً)

جاری ہے ---

۷۰۔امام شافعی علیہ الرحمۃ (م ۲۰۴ھ / ۸۱۹ء) کی ولادت (م ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء) میں غزہ (فلسطین) میں عسقلان میں ہوئی، بچپن میں یتیم ہو گئے۔ دس سال کی عمر میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الموطایاد کر لی تھی۔ پندرہ برس کی عمر میں فتوے کی اجازت مل گئی۔ تیرہ برس کی عمر میں حصولِ علم کیلئے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، ان سے موطا پڑھتے رہے۔ امام مالک کے انتقال کے بعد مسلم بن خالد الزنجی (م ۱۸۰ھ / ۷۹۶ء)، سفیان بن عینیہ (م ۱۹۸ھ / ۸۱۳ء) اور علمائے حدیث سے حدیث وفقہ کی تحصیل کی۔ بعد میں امام محمد بن حسن الشیبانی (م ۱۸۹ھ / ۸۰۴ء) جیسے نامور فقیہ اور محدث کے گہرے مراسم ہو گئے جن کی کتابیں انہوں نے اپنے لئے نقل کیں۔ آپ نے مکہ مکرمہ، بغداد، مصر وغیرہ میں اپنے علم کی اشاعت کی۔ آپ کی علمی سرگرمیوں کے بڑے مراکز بغداد اور قاہرہ تھے۔ آپ نے (م ۲۰۴ھ / ۸۲۰ء) میں وفات پائی۔ آپ نے اپنی کتاب الرسالہ میں اصول وطریقہ استدلال فقہ کی تحقیق کی۔ آپ کو اصول فقہ کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کیلئے فرمایا، اس قرشی نوجوان سے زیادہ کتاب اللہ کا فقیہ میری نظر میں آج تک کوئی نہیں گزرا۔

آپ کے بیشتر رسائل 'کتاب الام' میں جمع کر دیئے گئے ہیں جو سات جلدوں میں (م ۱۳۲۱ھ تا ۱۳۲۵ھ) قاہرہ سے شائع ہوئی۔ دوسری کتاب 'الرسالہ' کا ولندیزی ترجمہ ۱۹۳۴ء میں مختصر ایڈیشن کیا گیا پھر ۱۹۶۱ء میں مجید المزوری نے مقدمہ کے ساتھ انگریزی زبان میں ترجمہ شائع کیا۔ ۱۹۶۸ء میں محمد احمد علی نے اس کا اُردو ترجمہ کراچی سے شائع کیا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے تلامذہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ (دائرۃ المعارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ج ۱۱ ص ۵۷۶ ملخصاً)

۷۱۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۶۴ھ / ۷۸۰ء) میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ یہاں حدیث، فقہ اور علم لغت کی تحصیل کی پھر (م ۱۷۹ھ / ۷۹۵ء) علم حدیث کیلئے وقف کر دیا اور اس کیلئے حجاز، عراق، یمن، شام وغیرہ کا سفر کیا۔ (م ۱۸۳ھ / ۷۹۸ء) میں کوفہ میں گئے مگر زیادہ تر بصرہ میں رہے۔ کئی حج کئے۔ مدینہ طیبہ کی مجاورہ سے مشرف ہوئے۔ بغداد میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد قاضی ابو یوسف (م ۱۸۲ھ / ۷۹۸ء) کے درس میں شریک ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں محدث کبیر سفیان بن عینیہ (م ۱۹۸ھ / ۸۱۴ء) بھی شامل ہیں۔ آپ درس وتدریس میں مشغول رہے۔ (م ۲۹۱ھ / ۸۵۵ء) میں ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی، بغداد میں مدفون ہوئے۔ امام احمد بن حنبل مجتہدِ وقت تھے۔ نہ آپ صرف محدث ہیں اور نہ صرف فقیہ، ایسے محدث ہیں جس نے اپنے فقہ کی بنیاد احادیث پر رکھی۔

ایک خاص بات قابلِ توجہ ہے جس پر سعودی عرب کے حنبلی عقیدہ رکھنے والے عمل پیرا نہیں۔ تلفظ قرآن کے بارے میں حنبلی عقیدہ یہ ہے، جب لوگ قرآنِ پاک کی تلاوت یا اوراق کی کتابت کرتے ہیں تو قرآن ہر حالت میں حقیقت میں کلام الٰہی رہتا ہے کیونکہ کلام اور حقیقت اسی ذات کی طرف منسوب ہو سکتا ہے جس نے اسے وضع کیا ہے نہ اس شخص کی طرف جس نے اسے محض پہنچایا ہو یا ادا کیا ہو۔

فان الکلام تضاف الی من قاله مبتدعا لا من قاله مبلغا مودیا (الواسطیہ، قاہرہ، ۱۳۴۶ھ، ص ۲۱۔۲۲، ملخصاً)

(دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ج ۲ ص ۶۱ ملخصاً)

آل سعود کا مذہب حنبلی ہے پھر نہ جانے وہ کیوں قرآن کے معنی کو سمجھتے ہیں، الفاظ کو قرآن نہیں سمجھتے اور اس کی تعظیم وتکریم نہیں کرتے جبکہ ابتداء اسلام سے اس کی تعظیم وتکریم ہوتی چلی آئی ہے۔ قرآن حکیم کی تعظیم وتکریم نہ کرنا ہر مسلمان کیلئے نہایت افسوسناک اور تشویشناک ہے۔ مسعود

۷۲۔ یہاں 'مذاہب' سے مراد طرز تحقیق وطرز فکر ہے۔ دین نہیں، دین تو اسلام ہی ہے۔

۷۳۔ قرآن حکیم، سورۂ نساء، آیت نمبر ۱۲۵ / ۷۴۔ قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۱۶۴۔ سورہ جمعہ، آیت نمبر ۲

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان (یازوطی) [۷۵] فارس سے تعلق رکھتے تھے اور ایک روایت کے مطابق شاہان فارس کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پر دادا فارس سے ہجرت کر کے کوفہ میں آباد ہوئے جو دریائے فرات کے کنارے آباد ہے اور جو ۱۷ھ / ۶۳۸ء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ [۷۶] کے حکم پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آباد کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ دوربین نے وہ کچھ دیکھ لیا تھا جو دوسرے نہ دیکھ سکے۔ آپ نے کوفہ کو ان القاب سے نوازا:

کنز الایمان (ایمان کا خزانہ) [۷۷] / رأس الاسلام (اسلام کا سرتاج) / رأس العرب (عرب کا تاج)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ لیا تھا کہ یہ شہر مستقبل میں صحابہ و تابعین، تبع تابعین، مجتہدین و محدثین کا ایک عظیم مرکز بنے گا۔ ۱۷ھ / ۶۳۸ء میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ چالیس ہزار نفوس کے ساتھ مدائن چھوڑ کر کوفہ میں آباد ہوئے۔ اس طرح کوفہ کی پہلی آبادی صحابہ و تابعین پر مشتمل تھی۔ حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عمار یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ یہاں رہے۔ [۷۸] بقول ابن سعد ایک ہزار پچاس صحابہ، ۲۴ بدری صحابہ کوفہ میں تشریف رکھتے تھے۔ [۷۹] ۲۰ھ / ۶۴۰ء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، علم سے بھرا ہوا برتن ہے [۸۰] ان کے دم سے کوفہ علم و حدیث کا مرکز تھا۔ ابن تیمیہ نے سچ کہا، مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام پانچ شہر ایسے ہیں جن سے علوم نبوی یعنی ایمانی، قرآنی، شرعی علوم نکلے۔ [۸۱]

یاقوت حموی نے سفیان بن عینیہ (م ۱۹۸ھ / ۸۱۳ء) سے نقل کیا کہ قرأت مدینہ والوں سے، حرام و حلال کی باتیں کوفہ والوں سے [۸۲] (سیکھی جائیں)۔ الغرض کوفہ اپنی جلالت و عظمت کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں نہایت ممتاز ہے۔ یہیں ۸۰ھ / ۶۹۹ء میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا دار الخلافہ بنا، عجم و عرب کا سنگم تھا اور علم و دانش کا عظیم مرکز۔

۷۵۔ تفصیلی حالات کیلئے مطالعہ کریں: الطبقات الکبریٰ، ۶ ص ۳۶۸۔ تاریخ بغداد، ج ۳ ص ۳۲۳۔ المیزان، ج ۴ ص ۲۶۵۔ التہذیب، ج ۱۰ ص ۴۴۹۔ تاریخ ابن معین، ج ۲ ص ۶۰۷۔ التقریب، ج ۲ ص ۳۰۳۔ الفہرس، ص ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۶ ص ۲۰۳۔ ۳۹۰

۷۶۔ محمد علی: امام اعظم اور علم حدیث، سیالکوٹ، ص ۱۴۶ / ۷۷۔ محمد علی صدیقی: امام اعظم اور علم الحدیث، لاہور ۱۹۸۱ء

۷۸۔ الاعلان بالتوبیخ، ص ۹۲ / ۷۹۔ طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۴ / ۸۰۔ تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۳ / ۸۱۔ منہاج السنۃ، ج ۴ ص ۱۴۲

۸۲۔ معجم البلدان، ج ۲ ص ۶۴

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد (م ۲۱۲ھ / ۸۲۷ء) کے مطابق آپ کے دادا نعمان بن مرزبان اہل فارس سے تھے۔[۸۳] آپ کے دادا کا نام نعمان تھا غالباً لقب زوطی تھا شاید اس لئے کہ آپ کے خاندان کا تعلق ہندوستان کے ایک قبیلے جاٹ سے تھا۔ امام ابو حنیفہ کا نام بھی دادا پر نعمان رکھا جو گل لالہ پھول کی ایک قسم ہے جس کا رنگ سرخ ہوتا ہے، خوشبو نہایت روح پرور و دل آویز، آغازِ بہار میں پہاڑ کے دامن میں اپنی بہار دکھاتا ہے۔[۸۴] امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے بہارِ اوّل میں پیدا ہوئے اور اپنی خوشبو سے سارے علم کو معطر کر دیا۔ اگر نعمان نعمت سے بنا ہے تو آپ کی ذات مسلمانوں کیلئے اللہ کی بڑی نعمت ہے۔[۸۵]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے اچھے لوگ میرے زمانے کے پھر دوسرے پھر تیسرے زمانے کے۔[۸۶]

دورِ اوّل ۱۰۰ھ تک رہا اس دور میں امام ابو حنیفہ پیدا ہوئے۔ آخری صحابی کے وصال کے وقت ایک روایت کے مطابق آپ کی عمر ۳۰ سال تھی دوسری روایت کے مطابق ۵۱ سال یعنی آپ کی ولادت دورِ اوّل میں ہوئی اور وصال دورِ ثانی میں۔ خیر القرون آپ کی زندگی کا زمانہ ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسے مسلمان کو آگ نہ لگے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔[۸۷]

ایک حدیث میں اس طرح فرمایا کہ صحابہ و تابعین کی برکت سے لشکروں کو فتح ہوگی۔[۸۸]

کوفہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا آپ کے والد ثابت کو بچپن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فروطی کے خاندان اور ثابت کو دعاؤں سے نوازا۔[۸۹] انہیں کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے ان کو امام ابو حنیفہ جیسا جلیل القدر فرزند عطا فرمایا۔ امام ابو حنیفہ کے دادا زوطی کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خوشگوار تعلقات تھے ایک مرتبہ جشن نوروز کے موقع پر آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

نَوْرُوْزُنَا كُلَّ يَوْم[۹۰]

ہمارا نوروز یعنی عید تو ہر دن ہے۔

۸۳۔ عقود الجمان فی المناقب الامام اعظم ابو حنیفہ النعمان، ج ۱۳ ص ۳۲۶

۸۴۔ زید ابو الحسن فاروقی، سوانح بے بہائے امام اعظم، لاہور ۱۹۹۲ء، ص ۵۷

۸۵۔ اوجز المسالک، ج ۱ ص ۶۰ / ۸۶۔ مسلم شریف، ج ۲ ص ۳۱۰ / ۸۷۔ ترمذی شریف، ص ۲۲۸

۸۸۔ مسلم شریف، ج ۲ ص ۲۲۴ / ۸۹۔ تاریخ بغداد، مصر ۱۹۳۱ء، ج ۱۳ ص ۳۲۶

۹۰۔ محمد علی: امام اعظم اور علم حدیث، سیالکوٹ، ص ۱۴۶، بحوالہ الخیر الحسان والجواہر رعضیہ، ج ۲ ص ۴۵۴

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے جبکہ عبد الملک بن مروان (م ۸۶ھ / ۷۰۵ء) کی حکومت تھی جس کی حکومت کا دائرہ مشرق و مغرب میں اور جنوب و شمال میں حجاز، عراق سے لے کر شام، ایشیاء کوچک، ترکستان، ایران، افغانستان، پاکستان میں شہر ملتان تک پھیلا ہوا تھا۔ ولید کا دور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نو عمری یا جوانی کا دور تھا اور حجاج بن یوسف (م ۹۵ھ / ۷۱۳ء) عراق کا گورنر تھا۔ ماہِ شوال جمعۃ المبارک ۱۵۰ھ میں آپ نے کوفہ ہی میں وفات پائی جبکہ خلیفہ منصور کی حکومت تھی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن حکیم قرأت عاصم کے مطابق حفظ کیا۔ ۸۶ھ ۔ ۸۸ھ اور ۸۸ھ ۔ ۸۹ھ میں نحو وادب وشاعری میں مہارت پیدا کی۔ علوم عقلیہ میں اتنا نام پیدا کرلیا کہ آپ کی انگلیاں اٹھنے لگیں۔[91]

۹۵ھ ۔ ۹۸ھ میں مناظرے میں بھی مہارت پیدا کی۔ ۹۹ھ ۔ ۱۰۳ھ مذاکرہ حدیث کے حلقوں میں شرکت کی۔ ۱۰۴ھ ۔ ۱۲۰ھ میں استنباط واستخراج مسائل کیلئے حماد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

خلیفہ ابو جعفر منصور (م ۱۵۸ھ / ۷۷۴ء) کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا، میں نے فاروقِ اعظم، علی مرتضیٰ، عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علم حاصل کیا ہے۔[92]

طلبِ علم میں مصروف ہوئے تو اتنا علم حاصل کیا کہ جتنا ان کو حاصل ہوا ان کے عہد میں کوئی حاصل نہ کر سکا۔[93]

امام ابو حنیفہ کے اساتذہ میں صحابہ اور اکابر تابعین تھے۔ صحابہ میں حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن حارث، حضرت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ۔ امام ابو حنیفہ نے حضرت عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مستفیدین سے ۹۶ھ اور اس کے بعد فیض حاصل کیا۔[94] تابعین میں محدث کبیر امام شعبی (م ۱۰۴ھ / ۷۲۲ء) سے فیض حاصل کیا جنہوں نے ۵۰۰ صحابہ کی زیارت فرمائی۔[95] علمِ حدیث میں حجاز وعراق میں ان کا ثانی نہ تھا۔ ان کے اس قول سے فقیہ ومحدث کا فرق واضح نظر آتا ہے۔ ہم فقہاء نہیں ہیں ہم تو احادیث سن کر فقہاء کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔[96]

امام ابو حنیفہ کے اساتذہ میں امام حماد بن سلیمان (م ۱۲۰ھ / ۷۳۷ء) صحابیٔ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے۔ امام ابو حنیفہ کی اپنی چار ہزار مرویات میں صرف دو ہزار مرویات امام حماد سے تھیں۔ ابو محمد عبد اللہ بن حسن بن حسن (م ۱۴۵ھ / ۷۶۲ء) بھی اساتذہ میں سے تھے۔[97] امام کے سارے اساتذہ کا تعلق 'خیر القرون' سے ہے۔ مخصوص اساتذہ کی تعداد ۴۷ ہے، ویسے بہت ہی زیادہ ہے بقول ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۶ء) چار ہزار لگ بھگ ہے۔[98]

۹۱۔ مناقب کردری، ص ۶۴۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳ ص ۳۳۲ / ۹۲۔ محمد علی صدیقی: امام اعظم اور علم حدیث، ص ۱۰، بحوالہ تاریخ بغداد

۹۳۔ کتاب الانساب، ص ۱۵۶ / ۹۴۔ اشارات المرام، ص ۲۰۔ زہرہ، ص ۲۷۵ / ۹۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۷۹

۹۶۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۷۹ / ۹۷۔ ابو زہرہ، حیات حضرت امام ابو حنیفہ، ص ۱۷۰ / ۹۸۔ شرح مسند احمد، ص ۲۰

چونکہ امام حماد (م ۱۲۰ھ / ۹۱-۷۹۰ء) نے امام ابو حنیفہ کے ذہن میں یہ بات بٹھادی تھی کہ فقیہ کی مجتہدانہ تحقیق حدیث کی تکمیل کے بغیر ممکن نہیں اس لئے امام ابو حنیفہ نے سعی و اہتمام کے ساتھ حدیث کی تکمیل کی اور ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا۔ خود فرماتے ہیں، میرے پاس حدیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں مگر میں نے ان میں سے تھوڑی سی حدیثیں نکالی ہیں جن سے لوگ نفع اندوز ہوں۔ [99] وہ جو حدیث پیش کرتے ہیں بقول امام بخاری کے استاد علی بن جعد جوہری کے۔۔۔۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی حدیث پیش کرتے ہیں تو موتی کی طرح آبدار ہوتی ہے۔ [100]

امام ابو حنیفہ علمِ حدیث کے ماہر تھے اور مجتہد وقت تھے۔ بقول شاطبی (م ۷۹۰ھ / ۱۳۸۸ء) اجتہاد صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو دو خوبیوں سے متصف ہو:۔

(۱) ایک یہ کہ پوری شریعت کے مقاصد کو سمجھتا ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ مسائل نکالنے کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ [101]

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ قدرت درجہ کمال تک پہنچی ہوئی تھی اور یہ سلیقہ انہوں نے حدیث ہی سے سیکھا تھا۔ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیاس اور رائے کا سلیقہ سکھایا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ بہن نے حج کی نذر مانی تھی وہ مر گئی' آیا اس کی طرف سے حج کرایا جائے یا نہیں؟ فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا تو ادا کرتا یا نہیں؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو ادا کر۔ خدا کا حق زیادہ ہے۔ [102] آپ نے فوراً حکم صادر نہ فرمایا، بلکہ قیاس کا سلیقہ بتا کر حکم صادر فرمایا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے نوے ہزار سے زیادہ مسائل مدوّن فرمائے۔ [103]

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل صدق میں سے تھے اور ان پر کبھی جھوٹ کا الزام نہیں لگایا گیا۔ [104]

جب دُنیوی اُمور میں جھوٹ کا الزام نہیں لگایا گیا تو دِینی اُمور میں جھوٹ کا وقوع عقل سلیم سے بہت بعید ہے۔

۹۹۔ مناقب الموفق، ج ۲ ص ۹۵ / ۱۰۰۔ جامع المسانید، ج ۲ ص ۳۰۸ / ۱۰۱۔ شاطبی، الموفقات، ج ۱ ص ۲۴

۱۰۲۔ منصور علی، فتح المتین، گوجرانوالہ، ص ۲۸، بحوالہ بخاری و مسلم / ۱۰۳۔ دائرہ معارف اسلامیہ

۱۰۴۔ کتاب الستغنا، ص ۵۷۳

امام ابو حنیفہ نے مدینہ منورہ میں حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۱۴ھ / ۷۳۲ء) کی زیارت کی۔ انہوں نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا، ایک مدت آپ کی خدمت میں حاضر رہے، آپ کے صاحبزادے حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۴۸ھ / ۷۶۵ء) سے بھی فیض حاصل کیا جو تقریباً ہم عمر تھے۔ یوں امام ابو حنیفہ خاندانِ نبوت سے فیض یافتہ ہوئے۔ امام ابو حنیفہ نے ۱۶ یا ۲۰ صحابہ کی زیارت کی مثلاً حضرت انس بن مالک، حضرت سہل بن سعد اور حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ، حضرت عبد اللہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہم وغیرہ وغیرہ۔

حرم شریف میں صحابیٔ رسول حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۹۶ھ / ۷۱۴ء) کے درسِ حدیث میں شریک ہوئے اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کے دین کی مکمل سمجھ اور اس کا عمل حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں کا اس کو گمان بھی نہ ہو گا۔[105]

مشہور حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم' امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔[106] امام ابو حنیفہ نے حدیث کی طرف توجہ دی۔ اس وقت تک انفرادی مجموعوں کے علاوہ صحابہ اور تابعین کو احادیث زبانی یاد تھیں۔

امام ابو حنیفہ نے بکثرت محدثین سے حدیثیں سماعت فرمائیں جن میں بعض صحابی بھی تھے اور اکثر تابعین میں سے تھے۔ کوفہ کے علاوہ بصرہ میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تحصیل حدیث فرمائی۔ جنہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث روایت کیں۔ بصرہ بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آباد کرایا، یہ شہر بھی وسعتِ علم اور اشاعتِ حدیث کے لحاظ سے کوفہ کا ہم پلّہ رہا۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مرویات کو کتاب الآثار کے نام سے مدوّن فرمایا لیکن امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے حدیث کا پہلا مرتب و منظم مجموعہ مؤطا کے نام سے مدوّن فرمایا پھر ان کے شاگرد شہاب زہری نے سند کے ساتھ جمع و نظم کے ساتھ تدوین حدیث کی بنیاد ڈالی۔ اس کے بعد امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، ابن ماجہ، امام ترمذی وغیرہ نے کتب واحادیث مرتب کیں۔ لیکن کتاب و سنت سے مسائل کے استخراج اور علم شریعت کی کتب وابواب کے

۱۰۵۔ مسند امام اعظم، لاہور، ص ۳۶

۱۰۶۔ جلال الدین سیوطی، تبییض الصحیفہ، بحوالہ سعیدی، ص ۶۔۹

ساتھ باقاعدہ تدوین کی خدمت میں امام ابو حنیفہ پر کوئی سبقت نہیں رکھتا۔[107] امام ابو حنیفہ نے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ جاکر تحصیل حدیث فرمائی۔ مکہ معظمہ میں مشہور تابعی عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۱۵ھ / ۷۳۳ء) اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۶۸ھ / ۶۸۷ء) کے شاگرد عکرمہ (م ۱۰۵ھ / ۷۲۳ء) سے تحصیل حدیث فرمائی جنہوں نے حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے احادیث سماعت فرمائی تھیں۔

اموی سلطنت کے آخری دورِ حکومت میں ظلم و ستم کی وجہ سے امام ابو حنیفہ مکہ روانہ ہوئے اور وہاں ۱۳۰ھ / ۷۴۷ء سے م ۱۳۶ھ / ۷۵۳ء تک قیام فرمایا۔[108]

قیامِ مکہ کے زمانے میں محدث یاسین زیات نے اعلان فرمایا، امام ابو حنیفہ کے ہاں آیا جایا کرو کیونکہ ایسا آدمی بتانے کیلئے نہیں ملے گا۔ اگر اس شخص کو تم نے کھو دیا تو علم کی بہت بڑی مقدار کھو دی۔[109]

چنانچہ محدث عبد اللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ / ۷۹۷ء) نے حرم کعبہ میں لوگوں کے ہجوم اور محدثین و فقہاء کے درمیان امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتوے دیتے دیکھا۔[110] مکہ مکرمہ میں آپ کی قیام گاہ پر اصحابِ صفہ اصحاب حدیث کا ہجوم ہو گیا۔[111] امام لیث (م ۱۴۳ھ / ۷۶۰ء) مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ آپ کی زیارت کیلئے لوگ ٹوٹ پڑ رہے ہیں۔[112] ابو حنیفہ تابعین میں سے تھے۔[113] ابن سعد (م ۲۳۰ھ / ۵-۸۴۴ء) نے آپ کو تابعین کے طبقہ پنجم میں شامل کیا ہے۔[114] مدینہ منورہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (م ۵۱ھ / ۶۷۱ء) کے خادم سلیمان اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت سالم بن عبد اللہ (م ۱۰۶ھ / ۷۲۴ء) سے احادیث سماعت فرمائیں۔ امام ابو حنیفہ نے چار ہزار اشخاص سے حدیثیں روایت کیں۔ ابو حنیفہ کے اکثر اساتذہ تابعین میں تھے۔ امام ابو حنیفہ نے بیشمار محدثین سے احادیث کا ذخیرہ حاصل کر کے یکجا کیا پھر اس پر فقہ کی بنیاد رکھی۔ اس زمانے میں کتاب و کتابت اتنی عام نہ تھی اس لئے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ احادیث کے جمع کرنے میں آپ نے کتنی مشقت برداشت کی ہوگی اور کتنی محنت کی ہوگی!

۱۰۷۔ سیوطی، تبییض الصحیفہ علی مناقب الامام اعظم ابو حنیفہ، بحوالہ ابن ماجہ، عبد الرشید نعمانی، علم حدیث، ۱۵۸۔۱۶۱

۱۰۸۔ ابو زہرہ، حیات امام ابو حنیفہ (ترجمہ اردو حریری) فیصل آباد ۱۹۸۱ء، ص ۶۷

۱۰۹۔ صدر الائمہ، ج ۱ ص ۳۸ / ۱۱۰۔ صدر الائمہ، ج ۱ ص ۵۷ / ۱۱۱۔ مقدمہ اعلاء السنن، ص ۴۷

۱۱۲۔ مناقب ابو حنیفہ للذہبی، ص ۲۲ / ۱۱۳۔ ابن ندیم، ص ۲۰۱ / ۱۱۴۔ دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۸۴۳

امام ابو حنیفہ نے حدیث کی طرف اس لئے توجہ فرمائی کہ قرآن کے حکم کے مطابق حدیث فقہ کی بنیاد ہے، حدیث تابع قرآن اور شارح قرآن ہے، قرآن کا علم بھی ہمیں حدیث ہی سے ملتا ہے ورنہ قرآن کی معرفت کا کوئی اور ذریعہ نہیں۔ حدیث سے انکار حقیقت میں قرآن سے انکار ہے کسی مسلمان سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ یہ جرأت کرے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ سے مسائل پوچھ لیا کرتے تھے۔ پردہ فرمانے کے بعد ممتاز صحابہ کرام سے باقی صحابہ مسئلہ پوچھتے۔ جب وہ بھی اُٹھنے لگے تو اللہ نے اپنے کرم سے امام ابو حنیفہ کو بھیجا جن کے متعلق قرآن وحدیث میں پہلے ہی پیش گوئی کر دی گئی تھی۔ آپ نے بکھری ہوئی احادیث کو جمع کیا منتشر فیصلوں کو مرتب کیا اور خود قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ کی روشنی میں ہزاروں فیصلے کئے۔ ان فیصلوں کو نہ ماننا اور من مانی پر عمل کرنا عجائبات عالم میں سے ایک عجوبہ ہے۔ ہم تو اتنے مجبور ہیں کہ نصاب تعلیم مدوّن ہوتے ہوئے اور بآسانی دستیاب ہونے کے باوجود استاد و راہبر کی ضرورت رہتی ہے۔ جب نصاب ہی مدون نہ ہو تو ہماری پریشانی کا کیا عالم ہو گا؟ امام ابو حنیفہ نے خود محنت کی اور ہم کو پریشانی سے نجات عطا فرمائی۔ اصول اجتہاد واستنباط وضع کئے پھر ان کی روشنی میں مسائل کے حل تلاش کئے۔ مثلاً

- پہلے مسئلہ کا حل کتاب اللہ سے تلاش کیا جاتا، کامیابی ہو جاتی تو فیصلہ کر دیا جاتا ناکامی کی صورت میں'
- سنتِ رسول اللہ اور حدیث رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مسئلہ کا حل تلاش کیا جاتا، حل مل جاتا تو فیصلہ کر دیا جاتا[۱۱۵]
- ناکامی کی صورت میں اہل فتویٰ صحابہ اور فقہاء تابعین کے فیصلوں اور اقوال کو دیکھا جاتا اگر حل مل جاتا تو فیصلہ کر دیا جاتا [۱۱۶]
- ناکامی کی صورت میں عہدِ نبوی، عہدِ صحابہ، عہدِ تابعین کے مختلف فیصلوں کی روشنی میں قیاس کیا جاتا اور اس پر فیصلہ کر دیا جاتا۔
- استحسان (قیاس خفی) اس کا مراد فقیہانہ بصیرت ہے۔
- عرف۔ وہ رائج طریقہ جس کی طرف بندگانِ خدا قدرتاً مائل ہوں۔

بہر حال مندرجہ بالا اصولوں سے بعد کے تمام مجتہدین نے استادہ کیا مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل۔ امام شافعی نے تو یہاں تک فرمایا کہ سارے فقہاء ابو حنیفہ کی عیال (اولاد معنوی) ہیں۔[۱۱۷]

۱۱۵۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، عجب معاملہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سنت کی پیروی میں سب سے پیش پیش ہیں حتیٰ کہ احادیث رسول کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے ہیں اور ان کو اپنی رائے پر مقدم کرتے ہیں اور اس طرح صحابہ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں اور دوسروں کا حال ایسا نہیں۔ (شیخ احمد سرہندی، جلد ۲ مکتوب نمبر ۵۵)

۱۱۶۔ امام ابو حنیفہ خود فرماتے ہیں، جب کوئی مسئلہ نہ کتاب اللہ میں ملے نہ سنتِ رسول اللہ میں تو میں اقوالِ صحابہ پر غور کرتا ہوں اور اقوالِ صحابہ کے سامنے کسی کے قول کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھتا۔ (ابن عبد البر، الانتقاء، صبحی محمصانی، فلسفہ التشریع فی الاسلام، ص ۳۸)

۱۱۷۔ موطا امام مالک مقدمہ سعیدی، لاہور، ص ۳۴، ۳۵

یہ طریقہ کار امام ابو حنیفہ کا من مانانہ تھا بلکہ اس حدیث پاک سے اس کی تائید ہوتی ہے' جب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجنا چاہا تو دریافت فرمایا، جب تمہارے سامنے مقدمہ پیش ہو گا تو کیسے فیصلہ فرماؤ گے؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت میں نہ پاؤ؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور حقیقت تک پہنچنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینے کو تھپکا اور فرمایا، خدا کا شکر کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے شخص کو اس چیز کی توفیق بخشی جو اللہ کے رسول کو خوش کرے۔[118]

اس حدیث کو خوب یاد رکھنا چاہئے اس حدیث کی رو سے فیصلہ کیلئے پہلے قرآن سے رجوع کیا جائے گا پھر احادیث سے پھر بھی فیصلہ تک رسائی نہ ہو سکے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں اجتہاد کیا جائے گا۔ اجتہاد کرنا بچوں کا کھیل نہیں اس کیلئے بڑے تدبر و تفکر اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہمارے دور میں بہت سے ایسے مسائل سامنے آرہے ہیں جن کا قرآن و حدیث میں واضح موجود نہیں نہ اجماع صحابہ سے ثابت ہے اگر قیاس سے انکار کیا جائے تو پھر جدید مسائل کے حل کی صورت کی ہو گی؟ ہمارے علماء جدید مسائل کے بارے میں غور و فکر کر کے فتوے دے رہے ہیں سب ہی قبول کر رہے ہیں کوئی نہیں کہتا کہ جب قرآن و حدیث میں اس کا جواب موجود نہیں تو آپ قیاس کیوں کر رہے ہیں۔ قیاس کے بغیر جدید مسائل کا حل ممکن نہیں اسی لئے امام ابو حنیفہ نے لاینحل مسائل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلے سنائے جس کی تائید حدیث سے ہو رہی ہے۔ جیسا کہ متذکرہ بالا حدیث پاک میں گزرا۔ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شخص واحد کو قیاس کی اجازت مرحمت فرمائی مگر امام ابو حنیفہ نے اس مقصد کیلئے ایک بورڈ تشکیل دیا جس میں محدثین بھی تھے فقہاء بھی تھے ماہرین ادب و لغت بھی تھے جس کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے۔

۱۱۸۔ سنن ابو داؤد، لاہور، پارہ ۲۳، حدیث ۱۹۶، ص ۷۸

الغرض امام ابو حنیفہ نے قیاس کیلئے نہایت ہی حزم و احتیاط سے کام لیا پھر قرآن و حدیث میں پھیلے ہوئے اور اوامر و نواہی کو منظر و مربوط فرمایا۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے یہ کارنامہ انجام دیا، احکام کی شیرازہ بندی کر کے ہمارے لئے بے حد آسانیاں پیدا فرمائیں۔ ہم اکثر اسمبلی کے ممبران اور عوام کو یہ شکایت کرتے سنتے ہیں کہ قانون سازی نہیں کی جاتی آرڈیننس نافذ کر دیئے جاتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے قانون سازی کی' آرڈیننس نافذ نہیں کئے۔ ہم ان مشکلات کا عملی طور پر تجربہ کر رہے ہیں۔ ہماری قانون ساز وہی ہے جس کا قرآن و حدیث سے کوئی تعلق نہیں، اس کا تعلق صرف خواہشوں سے ہے ایک کی خواہش یا متعدد لوگوں کی خواہشات۔ خواہشات پر ہونے والی قانون سازی بنتی بگڑتی رہتی ہے مگر امام ابو حنیفہ نے تو وہ قانون سازی کی جس کا دارو مدار وحی الٰہی پر تھا اور جس کیلئے اقبال نے کہا تھا ۔

خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیوں کر؟ گر حیات آپ نہ ہو شارحِ اسرارِ حیات

امام ابو حنیفہ نے اسرار حیات کی شرح کی اور فقہ حنفی کی صورت میں ایک عظیم قانون دیا۔

بقول ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، فقہ حنفی کی باقاعدہ تدوین کا سہرا امام اعظم کے سر ہے۔[119]

اصطلاح شریعت میں فقہ کی یہ تعریف کی جاتی ہے، فقہ شریعت کے ان فروعی احکام کو کہتے ہیں جو احکام مفصل دلائل سے حاصل کئے جائیں۔[120]

فقہ کے چار مآخذ ہیں: پہلا قرآن ہے، دوسرا مآخذ سنتِ رسول، تیسرا مآخذ اجماع صحابہ، چوتھا مآخذ قیاس یعنی کسی علت مشترکہ کی وجہ سے دوسرے اُمور میں وہی حکم جاری کرنا۔ تدوین فقہ کا مقصد وحید یہ تھا کہ عملی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شریعت کے متفرق مسائل کو منظم و مرتب کر دیا جائے اور اس کی ایسی فیصلہ کن حیثیت متعین کر دی جائے جن پر مسلمان سہولت کے ساتھ کماحقہ عمل کر سکیں۔

نہ صرف وہ مسائل جو اس زمانے میں پیش آئے بلکہ ان مسائل کا حل بھی تجویز کر دیا جائے جو آئندہ پیش آنے والے ہیں۔ امام ابو حنیفہ خود فرماتے ہیں، اہل علم کو چاہئے کہ جن باتوں میں لوگوں کے مبتلا ہونے کا امکان ہے ان پر غور و فکر کریں تاکہ اگر وہ کسی وقت وقوع پذیر ہوں تو لوگوں کیلئے نئی اور انوکھی بات نہ ہو۔[121]

۱۱۹۔ماہنامہ نور اسلام، امام ابو حنیفہ نمبر، ص ۱۶۸

۱۲۰۔علاؤالدین حصکفی: الدر المختار شرح تنویر الابصار، حاشیہ رد المحتار، ج ۱ ص ۲۷، ۲۸، مطبوعہ کوئٹہ

۱۲۱۔الموفق مکی: مناقب الامام ابی حنیفہ، حیدر آباد دکن، ج ۱ ص ۱۶۰

امام ابو حنیفہ نے اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کیلئے ایک بورڈ تشکیل دیا جن میں چالیس ممتاز حضرات شریک تھے من جملہ ان کے یہ حضرات بھی تھے: ابو یوسف، زفر، اسد بن عمرو، عافیہ الاودی، قاسم بن معن، علی بن مسہر، مہر بن علی، مندل بن علی۔[۱۲۲]

طریقہ کار یہ تھا، امام ابو حنیفہ مشورے کیلئے مسائل کو اراکین کے سامنے رکھتے، بحث و مباحثہ ہوتا، کبھی اس بحث و مباحثہ میں مہینہ بھر یا اس سے زیادہ عرصہ گزر جاتا جب متفقہ طور پر کوئی حکم معلوم ہوجاتا تو امام ابو یوسف اسے اصول میں لکھ لیتے، یوں اصول مرتب ہوئے۔

امام ابو حنیفہ نے کبھی اپنی رائے کو دوسروں پر مسلط نہ کیا، انہوں نے نہایت درجہ احتیاط سے کام لیا[۱۲۳] اور حدیث کے مقابلے میں تو نہ اپنی اور نہ کسی اور کی رائے کو ترجیح دی بلکہ اس امکان کے پیش نظر کہ ایک ڈیڑھ صدی میں اسلام دور دور تک پھیل چکا ہے اور ذرائع حمل و نقل محدود ہیں ممکن ہے کہ کسی صحابی نے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد سنا ہو اور وہ دور دراز چلا گیا ہو اور وہ ارشاد آپ تک نہ پہنچا ہو، آپ نے فرمایا کہ اگر بورڈ کے فیصلے کے خلاف کوئی صحیح حدیث مل جائے تو پھر اس پر عمل کیا جائے اور وہی میرا مذہب و مسلک ہے۔[۱۲۴]

سب کو معلوم ہے کہ اسلام تدریجاً پھیلا۔ جو چیز بتدریج بڑھتی ہے مختلف مراحل میں اس کی شکل و صورت مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے ایک ہی عمل کے متعلق متعدد احادیث ملتی ہیں جن میں ہم کو تضاد نظر آتا ہے۔ اس صورت میں امام ابو حنیفہ اس حدیث کو لیتے ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری عمل کی نشاندہی کرتی ہے اور اسکے مطابق حکم لگاتے ہیں۔ فیصلہ کا یہی بہترین طریقہ ہے۔ اس بات کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا جاتا ہے۔

۱۲۲۔ تاریخ بغداد، ج ۲۲ ص ۱۰۸ (خطیب بغدادی، م ۴۶۳ھ / ۱۰۷۱ء)

۱۲۳۔ موفق بن احمد مکی (م ۵۶۸ھ / ۱۱۷۲ء) مناقب موفق، ج ۲ ص ۱۳۳

۱۲۴۔ احمد رضا خان: الفضل الموہبی فی معانی اذا صح الحدیث فہو مذہبی، بریلی ۱۳۱۳ء۔ المیزان الکبریٰ، ص ۵۸ ، مصر

باغبان نے آم کی قلم لگائی۔ یہ قلم ایک صاحب دیکھتے ہوئے گزر گئے۔ پھر وہ قلم پھوٹی، پتیاں ٹہنیاں نکلیں۔ تیسرے صاحب یہ دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ پھر اس درخت میں بور آئے۔ چوتھے صاحب یہ دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ پھر اس درخت میں کیریاں نمودار ہوئیں۔ پانچویں صاحب یہ دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ پھر یہ کیریاں پک کر شباب دکھانے لگیں۔ چھٹے صاحب یہ دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ ان سب لوگوں نے ایک ہی درخت کو مختلف اوقات میں دیکھا۔ پہلے صاحب سے پوچھا آم کا درخت کیسا ہوتا ہے؟ جواب ملا، لکڑی کے ایک ٹکڑے جیسا۔ دوسرے سے پوچھا تو جواب ملا، لکڑی کے ٹکڑے جیسا جس میں پتیاں ٹہنیاں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ تیسرے صاحب سے پوچھا جواب ملا، ایک تناور درخت۔ چوتھے سے دریافت کیا تو جواب ملا، ایک تناور درخت ہوتا ہے جس میں بور ہوتا ہے۔ پانچویں سے پوچھا تو جواب ملا، ایک تناور درخت میں چھوٹی چھوٹی کیریاں لگی ہوتی ہیں۔ چھٹے سے پوچھا تو جواب ملا تناور درخت جو بڑے بڑے آموں سے لدا ہوا ہوتا ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا، سب کے بیان الگ الگ۔ مگر سب سچے ہیں کوئی جھوٹا نہیں۔ لیکن بات اس کی زیادہ سچی ہے جس نے آموں سے لدے ہوئے درخت کو دیکھا پھر اگر کوئی یہ اصرار کرے کہ نہیں اس کی بات سچی ہے جس نے بتایا تھا کہ آم کا درخت لکڑی کے ٹکڑے جیسا ہوتا ہے۔ گو بات سچ ہے مگر یہ تدریجی منزلیں ہیں، یہ ابتدائی منزل کی بات ہے۔ یہ بات نہیں مانی جائے گی، سنی ضرور جائے گی تاکہ معلوم ہو کہ درخت کہاں سے کہاں تک پہنچا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان احادیث پر فیصلے سنائے جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر میں اس کام کو کس طرح کیا۔ قول اور عمل بھی پھلتے پھولتے ہیں اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری عمل ہی حق اور سچ ہے۔ یہ بات ایک اور مثال سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

مثلاً رفع یدین کا مسئلہ یعنی نماز میں رکوع میں جاتے ہوئے، رکوع سے اٹھتے، سجدے میں جاتے، سجدہ سے اٹھتے، قیام کرتے، قعدہ کرتے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک یا کانوں تک لے جانا اور چھوڑ دینا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی حکمت کی وجہ سے کبھی رفع یدین فرمایا، پھر ترک کر دیا اب آخری عمل ترک رفع یدین تھا اسی پر عمل ہونا چاہئے۔ رفع یدین نماز کا اہم حصہ ہوتا تو قرآن میں ضرور ذکر ہوتا اور قرآن میں قیام، رکوع، سجود اور قعدہ کا ذکر ہے، رفع یدین کا کہیں ذکر نہیں اسی سے عقلمند انسان شریعت کی منشاء سمجھ سکتا ہے۔

ترکِ رفع یدین کی متعدد احادیث ہیں۔[۱۲۵] بہر حال امام ابو حنیفہ نے بورڈ تشکیل دے کر ۸۳ ہزار مسائل طے فرمائے جن میں ۳۸۱۰۲ کا تعلق عبادات سے ہے باقی مسائل کا تعلق معاملات و عقوبات سے تھا۔ تقریباً بائیس سال شبانہ روز محنت وکاوش کے بعد امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ کا یہ مجموعہ فقہی تیار ہو کر اہل علم کے ہاتھ میں آیا۔ یہ مجموعہ ۱۴۲ھ سے قبل مرتب ہو چکا تھا پھر اس میں اضافے ہوتے رہے، یہی فقہ حنفی ہے۔ اس مجموعے کی تکمیل کے بعد جامع مسجد کوفہ میں ایک ہزار طلبہ اور بورڈ کے ممبران کے سامنے خطاب فرمایا جس کے اہم نکات یہ ہیں:۔

- میں تم کو اللہ کی قسم اور اس علم کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس عمل کو کبھی ذلیل نہ کرنا۔
- قضا کا عہدہ اس وقت تک دُرست ہے جب تک قاضی کا ظاہر و باطن ایک ہو۔
- تم میں جو اس عہدے کو قبول کرے وہ اپنے اور عوام کے درمیان رکاوٹیں پیدا نہ کرے۔
- ہر حاجت مند کی تم تک رسائی ہونی چاہئے۔
- امیر و حاکم اگر مخلوقِ خدا کے ساتھ غلط رویہ اختیار کرے تو اس سے باز پرس کرے۔[۱۲۶]

یہ ہدایات بڑی جاندار ہیں، ان کے پیچھے خلوص کا دریا موجزن ہے۔ آپ نے جو کہا' کرکے دکھایا۔ خلیفہ منصور (م ۱۵۸ھ / ۷۷۵ء) نے شریعت کے پردے میں من مانی منوانے کیلئے امام ابو حنیفہ کو قاضی و جج بنانا چاہا، آپ اس کی نیت بھانپ گئے، انکار کردیا، قید ہوئے ۱۴۶ھ / ۷۶۳ء۔[۱۲۷] خلیفہ کی نیت کا حال سب پر روشن ہو گیا، اس قید و بند میں ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء میں شہید ہوئے مگر شریعت کی آن پر آنچ نہ آنے دی۔ سبحان اللہ!

۱۲۵۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ ترمذی شریف، ج ۱ ص ۳۵ / ۲۔ ابن حزم ظاہری، المحلی، ج ۴ ص ۸۸ / ۳۔ ابو داؤد، ج ۱ ص ۱۲۵ / ۴۔ نسائی، ج ۱ ص ۱۵۸

۵۔ ابو داؤد، ج ۱ ص ۱۰۹ / ۶۔ ابو داؤد، ج ۱ ص ۱۲۶ / ۷۔ شرح معانی الآثار، ج ۱ ص ۱۱۰ / ۸۔ عمدۃ القاری، ج ۵ ص ۲۷۲

۹۔ مسلم شریف، ج ۱ ص ۱۸۱۔

مسلم شریف کی حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رفع یدین کو 'ذناب خیل شمس' یعنی بدکے ہوئے گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی ہے۔ آپ نے فرمایا: اسکنوا فی الصلوٰۃ نماز میں سکون سے رہو۔ یعنی ہلو جلو نہیں گھوڑے کی دموں کی طرح ہاتھوں کو نہ ہلاؤ۔

۱۰۔ نصب الرایہ، ج ۱ ص ۴۰۴

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے کیا، جب ترک فرمادیا ہم نے بھی ترک کردیا۔ (بدائع، ج ۱ ص ۲۰۷) کیسا دل لگتا اصول ہے!

۱۲۶۔ معجم المصنفین، ج ۲ ص ۵۵ / ۱۲۷۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ص ۸۳۷

امام ابو حنیفہ کو اللہ تعالیٰ نے قابلِ رشک حکمت عطا فرمائی، جس کا ذکر حدیث میں بھی ہے۔[۱۲۸] سچ فرمایا اور حق فرمایا، رشک و غبطہ نہیں مگر دو باتوں میں۔ دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی تو وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔[۱۲۹] بے شک کردار کا ایسا مضبوط انسان ہی قرآن و حدیث سے قوانین کے استنباط استخراج کا حق رکھتا ہے جو کسی قیمت پر خرید انہ جا سکے اور حق کی حفاظت کیلئے اپنی جان دینے کیلئے تیار ہو۔ یہ تاریخی حقائق ہیں، ہم کو یہ حقائق سامنے رکھنے چاہئیں۔

امام ابو حنیفہ نے زندگی کے ۵۲ سال اُموی خلافت اور ۱۸ سال عباسی دور میں بسر کئے۔ اسلام کی دو عظیم سلطنتوں کو بذاتِ خود دیکھا مگر سیاست میں حصہ نہ لیا۔ جس کو حق جانا اس کی تائید فرمائی۔ بسا اوقات سیاسی ذہن رکھنے نہ رکھنے والے حکمران ایسے عادلانہ فیصلوں کو بھی سیاست کے رنگ میں رنگا ہوا سمجھ کر اہل حق سے بدگمان ہو جاتے ہیں۔ شاید اس بات نے خلیفۂ وقت کو ناراض کیا اور اس نے آپ کو قید کیا۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

بقول امام زہری ۱۳۰ھ / ۷۴۷ء میں امام جامعہ کوفہ کے اس مشہور علمی درسگاہ میں جلوہ افروز ہوئے جو عبد اللہ بن مسعود کے زمانے ۲۰ھ سے باقاعدہ چلی آ رہی تھی آپ نے فقہ کے ابواب پر مشتمل خصوصی لیکچر دیئے جو تلامذہ نے کتاب الآثار کے نام سے مدوّن کئے۔ یہ دوسری صدی کے ربع ثانی کی تالیف ہے۔ امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر، امام حسن بن زیاد نے چار الگ الگ مجموعے کے اسی نام سے مدون کئے یہ چالیس ہزار حدیثوں کا انتخاب ہے۔[۱۳۰]

کشف الظنون میں ان کتابوں کو امام سے منسوب کیا گیا ہے۔

- کتاب العلم والمتعلم [۱۳۱]
- کتاب الفقہ الاکبر [۱۳۲]
- کتاب الوصایا

تذکرۃ المحدثین (سعیدی) میں کتاب المقصود اور کتاب الاوسط کو بھی ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔[۱۳۳]

امام اعظم ابو حنیفہ درس کے وقت جو احادیث بیان فرماتے ان کے شاگرد بالخصوص قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی، زفر بن ہندیل، حسن بن زیاد وغیرہ ان روایات کو صیغہ حدثنا اور اخبرنا کے ساتھ تحریر میں لاتے۔

۱۲۸۔ بخاری شریف، لاہور ۱۹۹۱ء، ج ۲ باب ۳۷/۱، ص ۷۹۷ / ۱۲۹۔ بخاری شریف، ص ۷۹۷ / ۱۳۰۔ زہری، ص ۳۶۳

۱۳۱۔ کشف الظنون، ج ۲ ص ۱۴۳۷ / ۱۳۲۔ کشف الظنون، ج ۲ ص ۱۲۸۷ / ۱۳۳۔ غلام رسول سعیدی، تذکرۃ المحدثین، ص ۶۵

امام اعظم نے احادیث املا کرانے کے بعد مجموعہ کا نام کتاب الآثار رکھا۔ تلامذہ چونکہ کثیر تھے اس لئے اس نام کے کئی مجموعے ہیں، مشہور چار ہوئے۔

(۱) کتاب الآثار (بروایت ابو یوسف) (۲) کتاب الآثار (بروایت حسن بن زیاد)

(۳) کتاب الآثار (بروایت محمد) (۴) کتاب الآثار (بروایت زفر بن ہذیل)

زیادہ شہرت امام محمد کے نسخے کو ہوئی کتاب الآثار میں امام اعظم نے جن جن شیوخ سے احادیث کو روایت کیا بعد میں لوگوں نے ہر ایک شیخ کی مرویات کو الگ الگ کر کے مسانید کو ترتیب دیا اور ہر شیخ کی مرویات الگ الگ ایک کتاب کی صورت میں جمع ہو گئیں۔ بعد میں مسند امام اعظم کے نام سے مشہور ہو گئیں۔

دائرہ معارف اسلامیہ میں ایک رسالہ الرد علی القدریہ کا نام ملتا ہے۔

شاگردانِ امام ابو حنیفہ :

۱۔ آپ کے ایک ہزار شاگرد ہوئے چالیس بلند پایہ مجتہد۔

۲۔ امام کے تلامذہ کی تعداد چار ہزار ہے جن میں چالیس مصنفین ہیں۔[۱۳۴]

امام کے تلامذہ جنہوں نے فقہ حنفی نقل کیا:

۱۔ قاضی ابو یوسف۔۔۔ ابن ندین نے الفہرست میں ابو یوسف کی ۱۴ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ امام محمد بن حسن ۔۔۔ امام ابو حنیفہ سے پڑھا، تکمیل ابو یوسف سے فرمائی۔

استاد ابو زہرہ نے امام محمد کی ان کتابوں کا ذکر کیا ہے، المبسوط، الزیادات، الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر، السیر الکبیر۔

آپ کے شاگردوں میں امام ابو یوسف اور امام محمد نہایت ہی ممتاز ہوئے ہیں۔ ان کو شیخین کہا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں دونوں نے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔

۳۔ زفر بن ہذیل۔ ابن ندیم نے ان کی فقہ حنفی میں ۹ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ داؤد الطائی (م ۱۶۵ھ / ۷۸۱ء)

۵۔ اسد بن عمر (م ۱۲۰ھ / ۸۲۰ء)

شاید ان شاگردوں میں تابعین بھی ہوں۔

۱۳۴۔ الجواہر المضیہ، ج ۱ ص ۱۴۰

مندرجہ ذیل حضرات نے فقہ حنفی کی زبان و قلم سے نشر و اشاعت کی:۔

۱۔ عیسیٰ بن آبان (م ۲۲۰ھ / ۸۳۵ء) تعداد تصانیف (۵ عدد)

۲۔ محمد بن سماعہ (م ۲۲۳ھ / ۸۳۷-۸ء) تعداد تصانیف (۳ عدد)

۳۔ بلال بن یحییٰ بصری (م ۲۴۵ھ / ۸۵۹ء) تعداد تصانیف (۳ عدد)

۴۔ احمد بن عمر بن مہر (م ۲۶۱ھ / ۸۷۴-۵ء) تعداد تصانیف (۱۳ عدد)

۵۔ احمد بن محمد (م ۳۲۱ھ / ۹۳۲ء) تعداد تصانیف (۱۲ عدد)

ہدیۃ العارفین میں یہ کتابیں امام محمد بن حسن (تلمیذ ابو حنیفہ) کی تصانیف میں شمار کی گئی ہیں:۔

۱۔ الاحتجاج علی مالک

۲۔ الاکتساب فی الرزق

۳۔ عقائد الشیبانیہ

۴۔ کتاب الاصل فی الفروع

۵۔ کتاب الاکراہ

۶۔ کتاب الحیل

۷۔ کتاب السحبات

۸۔ کتاب الشروط

۹۔ کتاب الکسب

۱۰۔ کتاب النوادر

۱۱۔ الکیسانیات

۱۲۔ مناسک الحج

۱۳۔ نوادر الصیام

۱۴۔ الہارونیات [۱۳۵]

قرآن کریم غیبی خبروں سے بھرا ہوا ہے، واقعات و حادثات کی خبریں، شخصیات کی خبریں، ماضی کی خبریں، مستقبل کی خبریں، اللہ نے اپنے کرم سے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی علوم غیبیہ سے سرفراز فرمایا،[۱۳۶] احادیث شریفہ بھی غیبی کی خبروں سے معمور ہیں۔[۱۳۷] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ پر سورہ جمعہ نازل ہونے لگی:۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین واٰخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم[۱۳۸]

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا کرتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور ان میں سے اوروں کو (پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں) جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت والا اور حکمت والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیتیں سنیں مگر ایک بات سمجھ میں نہ آئی اور وہ یہ کہ مستقبل کے وہ کون لوگ ہیں جن کو آپ پاک کرتے اور علم و حکمت عطا فرماتے ہیں، جنہوں نے ابھی تک شرفِ زیارت حاصل نہ کیا' یہ اشارہ کس طرف ہے؟ دل ہی دل میں سوچ رہے تھے، آخر حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ کون حضرات ہیں؟

بات راز کی تھی۔ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب عنایت نہ فرمایا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر سوال کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ کون حضرات ہیں؟

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب عنایت نہ فرمایا، خاموش رہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر سوال کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ کون حضرات ہیں؟[۱۳۹]

۱۳۶۔ قرآن حکیم، سورہ جمعہ، آیت نمبر ۲، ۳

۱۳۷۔ احمد بن محمد الصدیق الغماری الحسنی، اسلام اور عصری ایجادات (ترجمہ اردو احمد میاں برکاتی) مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۸۰ء

۱۳۸۔ قرآن حکیم، سورہ جمعہ، آیت نمبر ۲، ۳

۱۳۹۔ بخاری شریف، لاہور ۱۹۹۱ء۔ ج ۲ ص ۷۲۳۔ حدیث نمبر ۸۸۹

تیسری مرتبہ سوال کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستقبل سے پردہ اُٹھایا اور وہ راز بتا دیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۳۳ھ / ۶۵۳ء یا ۵۳ھ / ۶۷۲ء) بھی بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے شانے پر رکھ کر فرمایا،[۱۴۰] اگر ایمان ثریا کے قریب بھی ہو تو ان میں سے کچھ لوگ یا ایک شخص اسے وہاں سے بھی حاصل کرلے گا۔[۱۴۱]

یہ وہی لوگ ہوں گے یا وہی شخص ہوگا جو اگلوں سے نہ ملا مگر حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے علم و حکمت بھی عطا فرمایا اور پاک بھی کیا۔

یہ کھلی بشارت ہے، اس میں کوئی راز نہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت امام ابو حنیفہ اہلِ فارس سے تھے۔[۱۴۲] جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت سے فرمایا۔[۱۴۳] ان کے اجداد کا تعلق فارس سے تھا، آپ کے پردادا کا نام مرزبان تھا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا کا نام شخسان، ممکن ہے کہ ان کی رشتہ داریاں بھی ہوں مگر اتنا ضرور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاحبِ حکمت آنے والے شخص کیلئے یہ پیش گوئی فرمائی کہ وہ ملک فارس سے ہوگا۔

بخاری شریف کے علاوہ مسلم شریف میں بھی ایک حدیث ملتی ہے، اگر ایمان ثریا کے پاس ہو تو ابنائے فارس میں سے ایک شخص اس حد تک پہنچ جائے گا اور اس کو حاصل کرلے گا۔[۱۴۴]

۱۴۰۔ محمد علی الصابونی، صفوت التفاسیر، جزء ۱۸، بیروت، ص ۵۱

۱۴۱۔ بخاری شریف، حدیث نمبر ۸۸۹۔ تبییض الصحیفہ، ص ۵۔ خیرات الحسان، ص ۱۴۔۱۵۔ الدر المنثور، ج ۶ ص ۲۱۵۔ تفسیر خازن، ج ۴ ص ۲۶۴۔ تفسیر مظہری، ج ۹ ص ۲۷۵۔ روح المعانی، ج ۱۰ ص ۸۳، تفسیر ابن کثیر، ج ۴ ص ۳۶۳۔ تفسیر ابن جریر، ج ۱۲ ص ۶۲

۱۴۲۔ التعلیقات علی المناقب، ص ۸، بحوالہ زہری، ص ۱۲۱

۱۴۳۔ زید ابو الحسن، فاروقی، سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ، لاہور ۱۹۹۲ء، ص ۵۷، بحوالہ الجامع الصغیر للسیوطی

۱۴۴۔ مسلم شریف، ص ۵۹ (سورہ ۱۴۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار سوال پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاموش رہنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ حکمِ الٰہی کے منتظر تھے کہ

و ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی [۱۴۵]

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی انہیں کی جاتی ہے۔

جب حکمِ الٰہی ہوا ارشاد فرمایا اور اس آیۂ کریمہ کے راز سے پردہ اُٹھایا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ ' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض یافتہ ہیں، ان کو آپ نے پاک فرمایا، ان کو آپ نے علم و حکمت سکھائی۔ قرآن کہہ رہا ہے، سچ کہہ رہا ہے۔ دوسری احادیث میں بھی امام ابو حنیفہ کے اشارے ملتے ہیں۔ [۱۴۶]

جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: [۱۴۷]

ھذا اصل صحیح یعتمد علیہ فی البشارۃ بأبی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شاہ ولی اللہ نے بھی اس حدیث سے ابو حنیفہ ہی مراد لئے ہیں۔ [۱۴۸]

بے شک امام ابو حنیفہ ہی اس حدیث کے مصداق ہیں اور قرآن حکیم کے مطابق آپ فیض یافتہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، جو بھی امام ابو حنیفہ کے علم و حکمت سے فیض یاب ہو گا وہ یقیناً حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض و علم و حکمت سے فیض یاب ہو گا اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا یہاں تک حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائیں گے اور اسی دینِ حنیف پر عمل پیرا ہوں گے [۱۴۹] جو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم کو ملا ہے، جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے [۱۵۰] جس پر خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چلے [۱۵۱] جس پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے، جس پر اکابرِ اُمت چلے اور اب ہم اور آپ چل رہے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

۱۴۵۔ قرآن حکیم، سورۂ نجم، آیت نمبر ۳۔۴

۱۴۶۔ (الف) مشکوٰۃ شریف، لاہور، کتاب المناقب، باب جامع المناقب، حدیث نمبر ۱۷، ص ۲۷۱ (ب) الخیرات الحسان، مقدمہ ثالثہ، ص ۱۵

۱۴۷۔ الخیرات الحسان، ص ۱۴۔۱۵

۱۴۸۔ شاہ ولی اللہ، مکتوبات شریف، ص ۱۶

۱۴۹۔ شیخ احمد سرہندی، مکتوبات شریف، ج ۲، مکتوب نمبر ۱۷

۱۵۰۔ قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۹۰۔ نساء، آیت نمبر ۱۲۵۔ نحل، آیت نمبر ۱۲۳۔ آل عمران، آیت نمبر ۶۷

۱۵۱۔ قرآن حکیم، سورۂ نحل، آیت نمبر ۱۲۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح حدیبیہ (۶ھ) اور غزوۂ خیبر (۷ھ) کے درمیان مشرف با اسلام ہوئے اس لئے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پیش گوئی ۶ھ اور ۷ھ کے درمیان فرمائی۔ امام ابو حنیفہ اس پیش گوئی کے تقریباً ۷۳ سال بعد ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ابو حنیفہ کی ولادت ' علم شریعت کی تدوین اور عالم گیر مرجعیت دنیا کے عظیم واقعات میں ایک عظیم واقعہ ہے۔

اس لئے امام طحطاوی (۳۲۱ھ / ۹۳۲ء) کے قول کے مطابق [152]

ابا حنیفة النعمان من اعظم المعجزات بعد القرآن

ابنِ حجر ھیتمی (۹۷۵ھ / ۶۔۱۵۸ء) نے اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرمایا، اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھلا معجزہ ہے آپ نے ہونے والی بات کا پتا دیا۔ [153]

تاریخِ اسلام اور تاریخ مذاہب عالم پر نظر رکھنے والے اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ امام ابو حنیفہ کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ انہوں نے بعض صحابہ سے بھی براہِ راست حدیث کی سماعت کی ہے چنانچہ مشہور حدیث:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم

علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

امام ابو حنیفہ نے صحابیِ رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ امام ابو حنیفہ کی شان کا انداز محدث کبیر حضرت عبداللہ بن مبارک (۱۸۱ھ / ۷۹۷ء) کے اس ارشاد سے ہوتا ہے: [154]

لقد زان البلاد ومن علیها امام المسلمین ابو حنیفة [155]

امام المسلمین ابو حنیفہ نے شہروں کو زینت بخشی اور شہروں میں بسنے والوں پر احسان کیا۔

عبدالوہاب شعرانی (م ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء) نے میزان الشریعہ میں فرمایا:

و قد من اللہ تعالیٰ علی بمطالعة مسانید الامام ابی حنیفة الثلاثة [156]

۱۵۲۔ در مختار، دہلی، ص ۴۵

۱۵۳۔ محمد علی صدیقی، امام اعظم اور علم الحدیث، لاہور ۱۹۱۱ء، ص ۱۲۹، بحوالہ خیرات الحسان، ص ۶

۱۵۴۔ جلال الدین سیوطی، مبیض الصحیفہ

۱۵۵۔ عبدالقیوم حقانی، دفاع امام ابو حنیفہ، لاہور ۲۰۰۸ء، ص ۳۹، بحوالہ اخبار ابی خلیفہ اجمیری

۱۵۶۔ عبدالوہاب شعرانی، میزان شریعۃ الکبریٰ، ج ۱ ص ۶۸

(7) امام ابو حنیفہ متقدمین و متاخرین کی نظر میں

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ان کے معاصرین، ہم سبق، قریب العہد، فضلاء، بعد کے علماء مشائخ اور ماہرین نے بہترین آراء کا اظہار فرمایا ہے، ان آراء کی روشنی میں بھی امام ابو حنیفہ کے مقام و مرتبہ کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

مثلاً حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، بخدا میں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔[۱۵۷]

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، تمام لوگ فقہ میں حضرت ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔[۱۵۸]

حضرت امام حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ابو حنیفہ زہد و تقویٰ اور اختیار آخرت میں ایسے مقام پر فائز تھے جسے کوئی دوسرا حاصل نہیں کر سکتا۔[۱۵۹]

آپ کے ہم سبق معاصرین کرام فرماتے ہیں، ہم نے ابو حنیفہ کے ساتھ علم حدیث حاصل کیا تو وہ ہم پر غالب رہے۔ زہد اختیار کیا تو پھر بھی وہی سبقت لے گئے اور ان کے ساتھ فقہ حاصل کیا تو ان کا کمال تمہارے سامنے ہے۔[۱۶۰]

امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف نے خلیفہ ہارون الرشید کے استفسار پر امام ابو حنیفہ کے یہ فضائل بیان کیے:۔

نہایت پرہیزگار تھے / منہیات سے بچتے تھے / کسی کے آگے حاجت نہ لے جاتے / اہل دنیا سے احتراز کرتے۔
دنیاوی جاہ و عزت کو حقیر سمجھتے / غیبت سے بہت بچتے تھے / مال کی طرح علم صَرف کرنے میں بڑے فیاض تھے۔
اکثر چپ رہتے اور سوچتے رہتے۔ کوئی مسئلہ پوچھتا، معلوم ہوتا تو جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے۔[۱۶۱]

یہ فضائل و کمالات آج علماء میں کم یاب ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے کمالات ان کی اولاد میں منتقل ہو گئے تھے، آپ کے پوتے اسماعیل بن حماد کو مامون الرشید نے عہدۂ قضا پر مامور فرمایا جب فارغ ہو کر بصرے سے چلے تو مشایعت کیلئے سارا شہر اُمڈ آیا۔ یہ ان کی سیرت و کردار کی کرامت تھی۔ آج کوئی جج جب ریٹائر ہو کر چلے تو لوگ من کی چاہت سے اسطرح مشایعت کیلئے نہیں چلتے۔

۱۵۷۔ الزرکلی، الاعلام، ج۹ ص۵

۱۵۸۔ ایضاً، ج۹ ص۵

۱۵۹۔ ایضاً، ج۹ ص۵

۱۶۰۔ شمس الدین ابو عبد اللہ ذہبی، مناقب ابی حنیفہ، مصر، ص ۲۷

۱۶۱۔ ابو الحسن زید فاروقی، سوانح بے بہائے امام اعظم، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۷۶ (ملخصاً)

قریب العہد محدثین میں امام وکیع علیہ الرحمۃ (م ۱۹۷ھ / ۸۱۱ء) فرماتے ہیں، حدیث میں جیسی احتیاط ابی حنیفہ کے ہاں دیکھی وہ کسی دوسرے میں نہ پائی گئی۔[۱۶۲]

انہیں امام وکیع علیہ الرحمۃ سے کسی نے کہا' ابو حنیفہ سے غلطی ہو گئی۔ آپ نے جو کچھ فرمایا اس سے امام ابو حنیفہ کے کمال تدبر و ذہانت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا، ابو ذر ابو یوسف ماہرین قیاس' یحییٰ بن زائدہ، حفص بن غیاث حبان اور ہذل جیسے حفاظِ حدیث' قاسم بن معن جیسا ماہر لغت ادب عربی' ابو داؤد طائی، فضیل بن عیاض جیسے صاحبان زہد و ورع ان کے ہم مجلس ہوں تو کیسے غلطی کر سکتے ہیں؟[۱۶۳]

مطلب یہ تھا کہ امام ابو حنیفہ احادیث کی روشنی میں تن تنہا فیصلے نہیں کر لیا کرتے تھے بلکہ انہوں نے احادیث پر غور و خوض اور ان کے احکام اخذ کرنے کیلئے ایسی جماعت مقرر کر رکھی تھی جس میں ماہرین حدیث بھی تھے، ماہرین لغت وادب عربی بھی تھے، ماہرین قیاس بھی تھے اور صاحبان زہد و ورع بھی تھے۔ آج اجتہاد کا دعویٰ کرنے والا ان نعمتوں سے محروم ہے، اس کے جذبہ اجتہاد سے خود سری کی بو آتی ہے۔

امام ابو حنیفہ کے ہم عصر اور خوشہ چیں عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں، یوں نہ کہو کہ یہ امام ابو حنیفہ کی رائے ہے بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے۔[۱۶۴]

امام زفر بن ہذیل فرماتے ہیں، اکابرین محدثین زکریا بن ابو زائد (م ۱۴۸ھ / ۷۶۵ء)، عبد الملک بن ابو سلیمان (م ۱۴۵ھ / ۷۵۲ء)، لیث بن ابی سلیم (م ۱۴۳ھ / ۷۶۰ء)، مطرب بن ظریف (م ۱۳۳ھ / ۷۵۱ء)، احصین بن عبد الرحمٰن جیسے حضرات ابی حنیفہ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے اور جو لاینحل مسائل پیش آتے تھے یا کسی حدیث میں اشتباہ ہوتا تو اسے ابی حنیفہ کے حضور پیش کرتے۔[۱۶۵]

یزید بن ہارون (م ۲۰۶ھ / ۸۲۱ء) کا تاثر یہ تھا، میں نے ہزار محدثین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے۔ ان سب میں سب سے زیادہ پارسا، سب سے زیادہ عالم صرف پانچ ہیں ان میں اوّلین مقام امام ابو حنیفہ کا ہے۔[۱۶۶]

یہ تھے امام ابو حنیفہ کے معاصرین کے تاثرات ان کے مقابلے میں ایک محقق و مؤرخ کی نظر میں آج کل کے بڑے بڑے دانشور کی رائے بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

۱۶۲۔ مناقب الامام اعظم، ج ۱ ص ۱۹۷ / ۱۶۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴ ص ۲۴۷ / ۱۶۴۔ ملا علی قاری، ذیل الجواہر، ج ۲ ص ۴۶۰

۱۶۵۔ مناقب موفق، ج ۲ ص ۱۴۸ / ۱۶۶۔ جامع البیان والعلم / الانتقاء، ص ۱۶۳

محدث یزید بن ہارون اپنے حلقۂ درس میں ابو حنیفہ کی باتیں سنا رہے تھے۔ ایک شخص بولا، ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں سنایئے اور لوگوں کی باتیں چھوڑیئے۔ یہ سننا تھا کہ محدث موصوف نے جھڑک کر مجلس سے نکال دیا[۱۶۷] کہ امام ابو حنیفہ کے ارشادات، احادیث ہی کی شرح ہیں جو سننا نہیں چاہتا وہ اصل میں حدیث ہی کا ذوق نہیں رکھتا۔ بعد کے مشائخ و علماء میں حضرت سیّد علی ہجویری (۴۶۵ھ) نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے قریب خواب میں دیکھا کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بوڑھے کو گود میں اُٹھائے ہوئے ہیں۔ دریافت کرنے پر فرمایا، یہ تمہارا اور تمہارے ملک والوں کا امامؒ امام ابو حنیفہ ہے۔[۱۶۸] سیّد علی ہجویری (م ۵۔ ۴۶۴ھ / ۲۔ ۱۰۷۱ء) کا تعلق ملک فارس سے تھا سیّد علی ہجویری اس خواب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، میرا خواب دُرست ثابت ہوا کیونکہ وہ ان حضرات میں سے ایک ہیں جو اپنے طبعی اوصاف سے فانی اور احکام شرع کے ساتھ باقی و قائم ہیں۔[۱۶۹]

مشہور محدث ابن حجر مکی ھیتمی (م ۹۷۵ھ / ۸۔ ۱۵۶۷ء) جن کی تجر علمی کے اہل حدیث حضرات بھی معترف ہیں امام ابو حنیفہ کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ہمیشہ سے حاجت مند علماء ان کی قبر کی زیارت کرتے، اپنی حاجتوں کے پورا ہونے میں (بارگاہِ الٰہی میں) ان کا وسیلہ پکڑتے ہیں اور اس میں کامیابی دیکھتے آئے ہیں۔ ان میں سے امام شافعی بھی ہیں جب وہ بغداد میں تھے تو وہاں حاضر ہوتے اور فرمایا کہ میں امام ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا اور ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں۔[۱۷۰]

محدث کبیر کے ان تاثرات سے امام ابو حنیفہ کے بلند درجات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ علماء کے وفات کے بعد بھی آپ سے رجوع کرنا اس حقیقت کی دلیل ہے کہ آپ فیض یافتہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے اس لئے آپ کی طرف علماء کے دل کھنچتے تھے۔

دسویں صدی کے مشہور عالم و عارف حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ (م ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) جن کیلئے دانائے مشرق اقبال نے کہا تھا ۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

ملتِ اسلامیہ کا یہ محافظ و نگہبان امام ابو حنیفہ کیلئے کہتا ہے، حضرت امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال حضرت عیسیٰ روح اللہ کی مانند ہے جنہوں نے ورع و تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی بدولت اجتہاد و استنباط میں وہ بلند درجہ حاصل کیا ہے کہ دوسرے حضرات کے فہم اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔[۱۷۱]

۱۶۷۔ مناقب موفق، ج ۲ ص ۴۸ / ۱۶۸۔ علی ہجویری، کشف المحجوب، لاہور، ص ۱۰۰۔ ۱۰۱ / ۱۶۹۔ ایضاً، ص ۱۰۱

۱۷۰۔ ابن حجر مکی، الخیرات الحسان فی مناقب النعمان، ص ۱۷۵

۱۷۱۔ شیخ احمد سرہندی، مکتوبات شریف، ج ۲، مکتوب نمبر ۵۵، ص ۲۰۰

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) فرماتے ہیں، حضور سیّد عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس کی معرفت عطا فرمائی کہ مذہب حنفی ایک بہترین طریقہ ہے۔[172]

یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ مخصوص حالات میں امام ابو حنیفہ کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں اور ترکِ تقلید کو حرام فرماتے ہیں۔

جب ہندوستان (پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش وغیرہ) اور ماوراء النہر (تاجکستان، ازبکستان وغیرہ) کے شہروں میں کوئی بے علم شخص ہو اور وہاں کوئی شافعی، مالکی، حنبلی عالم نہ ہو اور وہاں مذاہب کی کوئی کتاب بھی نہ ہو تو ایسے میں امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے اور اس پر حرام ہے کہ امام کے مذہب کو ترک کرے کیونکہ اس طرح وہ شریعت کا قلادہ گلے سے اُتار کر بے کار رو مہمل رہ جائے گا۔[173]

ابن تیمیہ اور ابن نجیم نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے، جو فقہ کا ارادہ کرے وہ امام ابو حنیفہ کا محتاج ہے۔[174]

برصغیر میں ڈیڑھ صدی قبل اسی فی صد سے زیادہ مسلمان سنّی حنفی تھے پھر جب انگریزی عمل داری میں سنیت اور حنفیت کو ہدف بنایا گیا تو مولانا احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) نے سخت مزاحمت کی اور حنفیت کا بھرپور دفاع کیا جس پر ان کی مشہور تصنیف فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں شامل ہیں جو پاک وہند سے شائع ہو چکی ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف مسلکِ دیوبند کے مشہور عالم مولوی محمد زکریا مرحوم نے کیا ہے۔ مرحوم نے شیخ الحدیث علامہ محمد امیر شاہ قادری کو فتاویٰ رضویہ کی پہلی قدیم مطبوعہ جلد دیتے ہوئے فرمایا، اگر احمد رضا خان بریلوی ہندوستان میں فقہ حنفی کی خدمت نہ کرتا تو حنفیت شاید اس علاقے میں ختم ہو جاتی۔

(مکتوب علامہ محمد امیر شاہ بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد۔ مورخہ ۲۶ صفر الخیر ۱۳۹۳ھ از پشاور)

الغرض قاضی عبد الرحمٰن بن علی حنفی (م ۴۳۶ھ / ۱۰۴۴ء) نے اخبار ابی حنیفہ میں خطیب بغداد (م ۴۶۲ھ / ۷۰-۱۰۶۹ء) نے تاریخ بغداد میں، ابن خلکان (م ۶۸۱ھ / ۱۲۸۲ء) نے وفیات الاعیان میں، ابن عبد اللہ (م ۴۶۳ھ / ۱-۱۰۷۰ء) نے کتاب الاستغنا الکنی میں، الموفق بن احمد مکی (م ۵۶۸ھ / ۳-۱۱۷۲ء) نے المناقب میں، ابن قیم جوزی (م ۷۵۱ھ / ۱-۱۳۵۰ء) نے اعلام الموقعین میں، جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) نے تبییض الصحیفہ میں، محمد بن یوسف سالمی (م ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء) نے عقود الجمان میں، ابن حجر ھیتمی (م ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء) نے الخیرات الحسان میں، عبد الوہاب شعرانی (م ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء) نے المیزان الکبریٰ میں، ابن خلدون نے مقدمہ میں، محمد بن حسن الدیار بکری نے تاریخ الخمیس میں، یوسف بن تغری نے النجوم الزواہر میں، احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) نے فتاویٰ رضویہ میں اور ان کے علاوہ بیسیوں فضلاء نے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے بارے میں اپنے بھرپور تاثرات کا اظہار فرمایا ہے۔ اس مختصر رسالے میں اس کا بیان ممکن نہیں۔

۱۷۲۔ شاہ ولی اللہ، الانصاف، استانبول، ص ۲۲ / ۱۷۳۔ زید ابو الحسن فاروقی، سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ، ص ۲۲

۱۷۴۔ ابن نجیم المصری، الاشباہ والنظائر بحوالہ شرح الاشباہ، ج ۱ ص ۲۷

’حنیف‘ کے معنی سیدھا، اسلامی احکام پر عمل پیرا،[175] مائل بہ حق، دین کا سچا، باطل سے امر حق کی طرف آنے والا۔[176]

قرآن حکیم میں اسلام کو ’دین حنیف‘ ہی کہا گیا ہے۔[177] اس دین حنیف کو دین ابراہیمی[178] فرمایا گیا۔ اور اس نسبت سے ابراہیم حنیف[179] اور مسلم حنیف[180] فرمایا گیا۔ اور جو اس سیدھے راستہ پر چلے وہ حنفاء کہلائے۔[181] نعمان بن ثابت کی کنیت ابو حنیفہ ہونا پھر اس کنیت سے مشہور و معروف ہونا اور آپ کے پیروؤں کا حنفیہ کہلانا۔ یہ سب اتفاقات نہیں بلکہ اس طرف لطیف اشارہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کا طریقہ وہی طریقہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ تھا جو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طریقہ ہو گا جس کیلئے قرآن حکیم نے اشارہ فرمایا[182] اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرح فرما کر راز سے پردہ اٹھایا[183] امام ابو حنیفہ نے عام مسلمانوں کو فقہ دے کر احادیث پر غور و فکر اور مسائل کے استنباط و استخراج کی کلفت سے بے نیاز کر دیا۔[184] کتنا بڑا احسان فرمایا۔ ذرا سوچیں تو سہی!

۱۷۵۔ المنجد، کراچی، ص ۲۲۳

۱۷۶۔ لغات کشوری، لکھنؤ، ص ۱۶۰

۱۷۷۔ قرآن حکیم، سورۂ روم، آیت نمبر ۳۰

۱۷۸۔ قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۱۳۵

۱۷۹۔ قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۶۷

۱۸۰۔ قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۹۵

۱۸۱۔ قرآن حکیم، سورۂ بینہ، آیت نمبر ۵

۱۸۲۔ قرآن حکیم، سورۂ جمعہ

۱۸۳۔ بخاری شریف، ج ۲، حدیث نمبر ۸۸۹، ص ۹۷۳ (ترجمہ اردو، لاہور ۱۹۹۱ء)

۱۸۴۔ عبد الغنی نابلسی، حدیقہ ندیہ، ج ۱ ص ۸۲

(8) دنیائے اسلام میں حنفیت کی مقبولیت

نیکی پھیلائی جائے تو اس میں توفیقِ الٰہی اور غیبی تائید شاملِ حال ہوتی ہے اور بدی پھیلائی جائے تو اس میں شیاطین کا عمل دخل ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کی باتوں کو صرف اس لئے اختیار کیا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہماری بہ نسبت بہت ہی قریب ہیں۔ انہوں نے صحابہ و تابعین کو دیکھا ہے اس لئے وہ بہت بعد میں آنے والے دوسرے علماء و فضلاء سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں، قریب کا مشاہدہ دور والے سے ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے مسلمان برسہابرس سے ان پر اعتماد کرتے آئے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن و حدیث کا نچوڑ 'فقہ' کی صورت میں پیش کرکے جو بے مثال نیکی کی، سارے جہاں میں اس کی پذیرائی ہوئی، یقیناً تائیدِ الٰہی اُن کے شاملِ حال رہی۔

خلیفہ ہارون رشید (م ۲۱۸ھ / ۸۳۳ء) نے امام ابو حنیفہ کے شاگرد ابو یوسف کو جب چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) کے عہدے پر فائز کیا تو فقہ حنفی کی قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ آج سے چھ سو (۶۰۰) برس پہلے ابن خلدون نے لکھا کہ احناف عراق، ہند، چین، ماوراء النہر، بلاد عجم میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں۔[۱۸۵]

سات آٹھ سو برس پہلے غیر منقسم ہندوستان کیلئے امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک شعر میں یہ خیال ظاہر کیا تھا

'ملک ہند کے کیا کہنے یہاں تو دریا سے مچھلی بھی سُنّی ہی نکلتی ہے'[۱۸۶]

اور چار سو برس پہلے ایک عظیم مصلح شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے لکھا ہے، ہندوستان کے سارے رہنے والے اہلسنّت وجماعت کے سچے عقیدے پر کاربند ہیں، یہاں بدعتیوں اور گمراہوں کا نام و نشان نہیں، سب پسندیدہ طریقہ حنفیہ رکھتے ہیں۔[۱۸۷]

اور تقریباً ساڑھے تین سو برس پہلے اورنگ زیب عالمگیر (م ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۷ء) نے فقہ حنفی ہی کو اسلامی قانون سازی کیلئے موزوں پایا اور اس کو بنیاد بنایا۔

صبحی محمصانی فتاویٰ عالمگیری کیلئے لکھتے ہیں، یہ کتاب ہمیشہ فقہ حنفی کا مشہور ماخذ رہی ہے۔ فتاویٰ کا یہ مجموعہ نیم سرکاری حیثیت رکھتا ہے۔[۱۸۸]

۱۸۵۔ مقدمہ ابن خلدون، ص ۴۶۹ / ۱۸۶۔ امیر خسرو / ۱۸۷۔ شیخ احمد سرہندی، ردِّ روافض، لاہور ۱۹۹۲ء، ص ۹

۱۸۸۔ صبحی محمصانی، فلسفہ شریعت اسلام، ص ۸۸

مقالہ نگار انسائیکلوپیڈیا آف اسلام نے بھی لکھا ہے کہ مذہب حنفی سابق عثمانی ممالک تیونس، مصر، وسط ایشیا، افغانستان، ترکستان، بخارا، سمرقند (پاکستان وبنگلہ دیش) اور ہند میں پھیلا ہوا تھا۔[۱۸۹]

دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے، ترکی کے خلفاء کی حکومت چھ سو برس تک براعظم ایشیاء، افریقہ اور یورپ میں ایک عظیم سلطنت رہی ہے اس طویل عہد حکومت میں عملاً حنفی مسلک پر عمل کیا گیا۔[۱۹۰]

اور الحمدللہ اب تو سابقہ صورتِ حال میں انقلاب آگیا احناف سارے جہاں کے مسلمان کی اکثریت اور سوادِ اعظم ہیں۔

استاد ابو زہرہ نے لکھا ہے، حنفی مذہب کوفہ سے شروع ہوا، علمائے بغداد نے پڑھا، پڑھایا، اسلامی ممالک مصر و شام بلاد روم و عراق ماوراء النہر تک وسیع ہوئے پھر عربی ممالک کی حدود سے نکل کر سرزمین ہند و چین تک پہنچا۔ افریقہ و سسلی، مصر میں شافعی تھے یا مالکی۔ آرمینیہ، آذربائیجان تبریز، رے، اہواز میں حنفی غالب۔ فارس میں احناف کی کثرت تھی پھر اثناء عشری کا غلبہ ہونے لگا، پاک و ہند میں غالب اکثریت حنفی کی ہے شوافع ایک ملین سے زیادہ نہ ہوں گے اکثر حنفی ہیں۔[۱۹۱]

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) نے سچ فرمایا، بلا تکلف و تعصب کہا جا سکتا ہے اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذاہب حوضوں اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں اور ظاہری طور پر بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اہل اسلام کا سوادِ اعظم (اکثریت) امام ابو حنیفہ کا متبع ہے۔[۱۹۲]

پروفیسر محمد ابوزہرہ، لاء کالج فواد یونیورسٹی، قاہرہ (مصر) محقق ہیں' لکھتے ہیں، یہ مذہب مشرق و مغرب تک پھیل گیا ہے۔ اس کے متبعین کی بڑی کثرت پائی جاتی ہے۔ اگر حنفی فقہ میں تخریج کا دروازہ کھول دیا جائے تو اب بھی علماء اس کے قواعد سے ایسے احکام استنباط کر سکتے ہیں جو اس کائنات ارضی پر بسنے والے تمام بنی نوع آدم کیلئے یکساں طور پر سازگار ہوں۔[۱۹۳]

یہ اس فاضل فقیہ کے الفاظ ہیں جس نے امام مالک، احمد بن حنبل، امام شافعی اور ابن تیمیہ پر محققانہ کتابیں لکھی ہیں۔

۱۸۹۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، لیڈن ۱۹۶۱ء، ص ۱۳۱

۱۹۰۔ دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۷۸۶

۱۹۱۔ ابوزہرہ مصری، حیات حضرت امام ابو حنیفہ (ترجمہ اردو) لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۲۹۵ ملخصا

۱۹۲۔ شیخ احمد سرہندی، مکتوبات شریف، ج ۲، مکتوب نمبر ۵۵

۱۹۳۔ ابوزہرہ، حیات امام ابو حنیفہ، لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۷۰۱، ۷۰۲

ڈاکٹر صبحی محمصانی دورِ جدید میں مذہبِ حنفی کی عالم گیریت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں، جو ملک سلطنتِ عثمانیہ کے زیر حکومت رہی ہیں جیسے مصر، سوریا، لبنان' ان کا مذہب بھی محکمہ عدل وقضا میں حنفی چلا آتا ہے۔ حکومت تیونس کا مذہب بھی یہی ہے۔ ترکی اور اس کے زیر اثر ممالک مثلاً شام والبانیہ کے باشندوں کا مذہب بھی عبادات میں یہی ہے۔ اور مسلمانان بلقان وقفقار بھی مسائل عبادات میں اس مذہب کے مقلد ہیں، اس طرح اہلِ افغانستان، ترکستان اور مسلمانانِ پاک وہند اور بنگلہ دیش، چین میں بھی یہی مذہب غالب ہے اور اس مذہب کے پیرو دوسرے ملکوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں جو روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں۔[۱۹۴]

امیر شکیب ارسلان نے اپنی کتاب حسن المساعی کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ مسلمانوں کی اکثرت امام ابو حنیفہ کی پیرو ہے۔ خود غیر مقلد علماء نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء)، مولوی ثناء اللہ امر تسری (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) اور مولوی محمد حسین بٹالوی نے گروہِ غیر مقلدین کو آٹے میں نمک کے برابر لکھا ہے۔[۱۹۵]

حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوادِ اعظم کی پیروی کا حکم دیا۔[۱۹۶] فرمایا، جماعت سے الگ ہونے والے کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔[۱۹۷] نیز فرمایا، جو جماعت سے نکلا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔[۱۹۸]

اتنے واضح ارشادات کے باوجود سوادِ اعظم کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں بنانا سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ اگر حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ سب سے چھوٹی جماعت کی پیروی کرنا تو یقیناً غیر مقلدوں کی پیروی اسلام قرار پاتی مگر اس دور میں غیر مقلدین آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ نہیں نہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوادِ اعظم یعنی جماعتِ کثیر کے ساتھ رہنا اور سواد اعظم سنّی حنفی ہیں۔ مالکی، شافعی، حنبلی سب ان میں شامل ہیں۔ دعوت دینے کا حق صرف سواد اعظم کو ہے کیونکہ یہی صراطِ مستقیم پر ہے ان کے علاوہ جو دعوت دیتا ہے حقیقت میں سیدھے راستے سے ہٹاتا ہے۔ حکم یہی ہے کہ جس بات میں اختلاف ہو تو اللہ ورسول سے رجوع کیا جائے۔[۱۹۹] حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا، میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں پر عامل رہوگے گمراہ نہ ہوگے، وہ کتابِ الٰہی اور میری سنت ہے۔[۲۰۰]

۱۹۴۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی، فلسفہ شریعت اسلام، ص ۴۸

۱۹۵۔ نواب صدیق حسن خان، ترجمان وہابیہ، ص ۱۰۔ ثناء اللہ امر تسری، شمع توحید، ص ۴۰۔ محمد حسین بٹالی، اشاعۃ السنۃ، ج ۷، شمارہ ۱۲، ص ۳۷۰

۱۹۶۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان، باب الاعتصام، فصل نمبر ۲، حدیث نمبر ۳۵

۱۹۷۔ ایضاً، فصل نمبر ۲، حدیث ۴۵ / ۱۹۸۔ ایضاً، باب الامارۃ والقضا، حدیث نمبر ۹

۱۹۹۔ قرآن حکیم، سورۂ نساء، آیت نمبر ۵۹ / ۲۰۰۔ مشکوٰۃ شریف، ج ۱، لاہور ۱۹۸۶ء

قرآن حکیم بھی ہم کو تقلید کا حکم دے رہا ہے۔ حدیث پاک میں بھی سوادِ اعظم کی تقلید کا حکم ہے اور مؤرخین یہ بتا رہے ہیں کہ سوادِ اعظم کون ہیں، تلاش و جستجو کی بھی ضرورت نہیں، ان واضح حقائق کے بعد اگر کوئی سواد اعظم سے الگ جماعت تشکیل دیتا ہے تو احادیث میں اس کے واضح احکامات موجود ہیں نیز صحیح مسلم کی ایک حدیث میں سواد اعظم کے بالمقابل جماعت قائم کرنے والوں کی اہم نشانیاں بھی بتادیں جو قابلِ توجہ ہیں۔

فرمایا، وہ باتیں تمہارے پاس لائیں گے جو تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادا نے۔۔۔ اور یہ ہدایت فرمائی، اِن سے دور بھاگو، انہیں اپنے سے دور رکھو، وہ تمہیں بہکا نہ دیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔[201]

اللہ اکبر! وہ تو رؤف و رحیم ہیں جو ہونے والا تھا اس سے پہلے اپنے غلاموں کو پہلے ہی آگاہ فرمادیا۔

۲۰۱۔ مشکوٰۃ شریف ۲۸، مطبوعہ دہلی، مسلم شرح النووی، ج ۱ ص ۳۷

(9) غیر مقلدین تاریخ کے آئینے میں

کسی بھی شخصیت یا تحریک کی کردار کشی مؤرخانہ دیانت کے خلاف ہے۔ ہر انسان اللہ کا بندہ، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اور حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت میں ہے، ان تین رِشتوں کا خیال رکھنا چاہئے اس لئے راقم کی یہ کوشش رہتی ہے کہ جس زمانے کی اللہ نے قسم کھائی اس کی تاریخ دیانت دارانہ، غیر جانبدارانہ، عادلانہ اور مومنانہ انداز میں قلم بند کی جانی چاہئے تاکہ پڑھنے والا تاریخ کے صحیح پس منظر کی روشنی میں صحیح فیصلہ کرسکے اور کھرا کھوٹا الگ کرسکے۔

اس وقت ہم اہل حدیث (غیر مقلدین) کے بارے میں تاریخ کی روشنی میں کچھ عرض کریں گے۔

قرون اولیٰ میں 'اہل حدیث' یا 'صاحب الحدیث' ان تابعین یا تبع تابعین کو کہتے تھے جن کو احادیث زبانی یاد ہوتیں اور احادیث سے مسائل نکالنے کی قدرت رکھتے تھے۔ پوری اسلامی تاریخ میں اہل حدیث کے نام سے کسی فرقہ کا وجود نہیں ملتا۔ اگر مسلک کے اعتبار سے اہل حدیث لقب اختیار کرنے کی گنجائش ہوتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بسنتی نہ فرماتے بلکہ علیکم بحدیثی فرماتے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک سے 'اہل سنت' لقب اختیار کرنے کی تائید ہوتی ہے 'اہل حدیث' کی تائید نہیں ہوتی جیسا کہ عرض کیا گیا ہے پہلے علم حدیث کے ماہرین کو اہل حدیث کہتے تھے مگر ہر کس و ناکس کو کہنے لگے، صاحب طرز ادیبوں، مصنفوں کو اہل قلم کہتے ہیں۔ کیسی عجیب اور نامعقول بات ہوگی اگر ہر جاہل و غبی خود کو اہل قلم کہلوانے لگے؟

پاک و ہند میں لفظ 'اہل حدیث' کی ایک سیاسی تاریخ ہے جو نہایت ہی تعجب خیز اور حیران کن ہے۔ برصغیر میں اس فرقے کو پہلے وہابی کہتے تھے جو اصل میں غیر مقلد ہیں چونکہ انہوں نے انقلاب ۱۸۵۷ء سے پہلے انگریزوں کا ساتھ دیا اور برصغیر میں برطانوی اقتدار قائم کرنے اور تسلط جمانے میں انگریزوں کی مدد کی۔ انگریزوں نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد تو اہل سنت پر ظلم و ستم ڈھائے لیکن ان حضرات کو امن و امان کی ضمانت دی۔

سر سیّد احمد خان (م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۸ء) کے بیان سے جس کی تائید ہوتی ہے، انگلش گورنمنٹ ہندوستان میں اس فرقے کیلئے جو وہابی کہلایا ایک رحمت ہے جو سلطنتیں اسلامی کہلاتی ہیں ان میں بھی وہابیوں کو ایسی آزادی مذہب ملنا دشوار ہے بلکہ ناممکن ہے سلطان کی عملداری میں وہابیوں کا رہنا مشکل ہے اور مکہ معظمہ میں تو اگر کوئی جھوٹ موٹ بھی وہابی کہہ دے تو اسی وقت جیل خانے یا حوالات میں بھیجا جاتا ہے۔ پس وہابی جس آزادی مذہب سے انگلش گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت میں رہتے ہیں دوسری جگہ ان کو میسر نہیں۔ ہندوستان ان کیلئے دارالامن ہے۔[۲۰۲]

یہ اس شخص کے تاثرات ہیں جو ہندوستانی سیاست بلکہ عالمی سیاست پر گہری نظر رکھتا تھا۔ ہندوستان میں ان حضرات کو امن ملتا اور سلطنتِ عثمانیہ میں نہیں (جو مسلمانوں کی عظیم سلطنت تھی ایشیاء، یورپ، افریقہ تک پھیلی ہوئی) امن نہ ملتا اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ ان حضرات کا تعلق انگریزوں سے رہا تھا۔ آل سعود کی تاریخ پر جن کی گہری نظر ہے ان کو معلوم ہے کہ انہیں حضرات نے سلطنتِ اسلامیہ کے سقوط اور آلِ سعود کے اقتدار میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ کوئی الزام نہیں تاریخی حقیقت ہے جو ہمارے معصوم نوجوانوں کو معلوم نہیں ہے۔ اور نہ بتائی جاتی ہے کیونکہ ہماری تاریخ بھی مصلحتوں کا شکار رہی ہے۔

خود اہل حدیث عالم مولوی محمد حسین بٹالوی (جنہوں نے انگریزی اقتدار کے بعد برصغیر کے غیر مقلدوں کی وکالت فرمائی) کی اس تحریر سے سر سیّد احمد خان کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں، اس گروہِ اہل حدیث کے خیر خواہ وفاداری رعایا برٹش گورنمنٹ ہونے پر ایک بڑی اور روشن دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے زیر حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے ماتحت رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔[۲۰۳]

آخر کیا بات ہے کہ اسلام کے دعویدار ایک فرقے کو خود مسلمانوں کی سلطنت میں وہ امن نہیں مل رہا ہے جو اسلام کے دشمنوں کی سلطنت میں مل رہا ہے۔ ہر ذی عقل اس کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے اس کیلئے تفصیل کی ضرورت نہیں۔

۲۰۲۔ مقالات سر سید، حصہ نہم (مرتبہ اسماعیل پانی پتی) لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۲۱۱۔ ۲۱۲

۲۰۳۔ اشاعۃ السنۃ، لاہور، شمارہ ۹، ج ۸ ص ۲۶۲

ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی پر مولوی حسین بٹالوی نے جو سپاس نامہ پیش کیا اس میں بھی یہ اعتراف موجود ہے۔ آپ نے فرمایا، اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام واستحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارک باد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔[۲۰۴]

یہی بزرگ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں، جو 'اہل حدیث' کہلاتے ہیں وہ ہمیشہ سے سرکار انگریز کے نمک حلال اور خیر خواہ رہے ہیں اور یہ بات بار بار ثابت ہو چکی ہے اور سرکاری خط وکتابت میں تسلیم کی جا چکی ہے۔[۲۰۵]

یہود و نصاریٰ کو مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے ہمیشہ ڈر لگتا رہتا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے فوراً بعد انگریزوں کے مفاد میں اس جذبے کو سرد کرنے کی ضرورت تھی چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جہاد کے خلاف ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۶ء میں ایک رسالہ 'الاقتصاد فی مسائل الجہاد' تحریر فرمایا جس پر بقول مسعود عالم ندوی حکومتِ برطانیہ نے مصنف کو انعام سے نوازا۔[۲۰۶]

آپ نے بار بار لفظ 'اہل حدیث' سنا جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس فرقہ کو پہلے 'وہابی' کہتے تھے انگریزوں کی اعانت اور عقائد میں سلف صالحین سے اختلاف کی بناء پر برصغیر کے لوگ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد ان سے نفرت کرنے لگے اس لئے وہابی نام بدلوا کر 'اہل حدیث' نام رکھنے کی درخواست کی گئی۔ یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

بناء بریں اس فرقے کے لوگ اپنے حق میں اس لفظ (وہابی) کے استعمال پر سخت اعتراض کرتے ہیں اور کمال ادب وانکساری کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں وہ سرکار طور پر اس لفظ 'وہابی' کو منسوخ کرکے اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ کرے اور ان کو 'اہل حدیث' کے نام سے مخاطب کیا جائے۔[۲۰۷]

۲۰۴۔ اشاعۃ السنۃ، لاہور، شمارہ ۷، ج ۹ ص ۲۰۵

۲۰۵۔ اشاعۃ السنۃ، لاہور، شمارہ ۲، ج ۱۱، ۱۸۵۷ء، ص ۲۴۔۲۶

۲۰۶۔ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۲۹۔ ایوب قادری، جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء، کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۶۴۔۶۷

۲۰۷۔ اشاعۃ السنۃ، لاہور، شمارہ ۲، ج ۱۱، ۱۸۸۶ء، ص ۶۹

حکومتِ برطانیہ کے نام مولوی محمد حسین بٹالوی کی انگریزی درخواست کا اُردو ترجمہ جس میں حکومتِ برطانیہ سے 'وہابی' کی جگہ 'اہل حدیث' نام منظور کرنے کی درخواست کی گئی ہے۔

ترجمہ درخواست برائے الاٹمنٹ نام اہلحدیث و منسوخی لفظ وہابی

اشاعۃ السنہ آفس لاہور

از جناب ابوسعید محمد حسین لاہوری، ایڈیٹر اشاعۃ السنہ و وکیل اہل حدیث ہند

بخدمت جناب سیکرٹری گورنمنٹ ۔۔۔ میں آپ کی خدمت میں سطورِ ذیل پیش کرنے کی اجازت اور معافی کا خواست گار ہوں۔ ۱۸۸۶ء میں مَیں نے ایک مضمون اپنے ماہواری رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کیا تھا جس میں اس بات کا اظہار تھا کہ لفظ وہابی جس کو عموماً باغی و نمک حرام کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے لہٰذا اس لفظ کا استعمال مسلمانانِ ہندوستان کے اس گروہ کے حق میں جو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور وہ ہمیشہ سے سرکار انگریز کے نمک حلال و خیر خواہ رہی ہیں، اور یہ بات (سرکار کی وفاداری و نمک حلالی) بارہا ثابت ہو چکی ہے اور سرکاری خط و کتابت میں تسلیم کی جا چکی ہے، مناسب نہیں (خط کشیدہ جملے خاص طور پر قابلِ غور ہیں)۔

بناء بریں اس فرقہ کے لوگ اپنے حق میں اس لفظ کے استعمال پر سخت اعتراض کرتے ہیں۔ اور کمال ادب و انکساری کے ساتھ، گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ (ہماری وفاداری، جاں نثاری اور نمک حلالی کے پیش نظر) سرکاری طور پر اس لفظ وہابی کو منسوخ کر کے اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ کرے، اوران کو اہل حدیث کے نام سے مخاطب کیا جاوے اس مضمون کی ایک کاپی بذریعہ عرضداشت میں (محمد حسین بٹالوی) نے پنجاب گورنمنٹ میں پیش کی اور اس میں یہ درخواست کی کہ گورنمنٹ اس مضمون کی طرف توجہ فرماوے، اور گورنمنٹ ہند کو بھی اس پر متوجہ فرماوے اور اس فرقہ کے حق میں استعمال لفظ وہابی سرکاری خط و کتابت میں موقوف کیا جاوے اور اہل حدیث کے نام سے مخاطب کیا جاوے۔ اس درخواست کی تائید کیلئے اور اس امر کی تصدیق کیلئے کہ یہ درخواست کل ممبران اہل حدیث پنجاب وہندوستان کی طرف سے ہے (پنجاب وہندوستان کے تمام غیر مقلد علماء یہ درخواست پیش کرنے میں برابر کے شریک ہیں) اور ایڈیٹر اشاعت السنہ ان سب کی طرف سے وکیل ہے۔ میں (محمد حسین بٹالوی) نے چند قطعات محضر نامہ گورنمنٹ پنجاب میں پیش کئے، جن پر فرقہ اہل حدیث تمام صوبہ جات ہندوستان کے دستخط ثبت ہیں۔ اور ان میں اس درخواست کی بڑے زور سے تائید پائی جاتی ہے۔

چنانچہ آنریبل ممبر چارلس ایچی سن صاحب بہادر، جو اس وقت پنجاب کے لیفٹینینٹ گورنر تھے،۔ گورنمنٹ ہند کو اس درخواست کی طرف توجہ دلاکر اس درخواست کو باجازت گورنمنٹ ہند منظور فرمایا، اور اس استعمال لفظ وہابی کی مخالفت اور اجراء نام اہل حدیث کا حکم پنجاب میں نافذ فرمایا جائے۔

میں ہوں آپ کا نہایت ہی فرمانبردار خادم

ابو سعید محمد حسین

ایڈیٹر 'اشاعت السنہ' (اشاعۃ السنہ ص ۲۴ تا ۲۵۔ شمارہ ۲۔ جلد نمبر ۱۱)

یہ درخواست گورنر پنجاب سر چارلس ایچی سن کو دی گئی اور انہوں نے تائیدی نوٹ کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیجی اور وہاں سے منظوری آگئی اور ۱۸۸۸ء میں حکومت مدارس، حکومت بنگال، حکومت یوپی، حکومت سی پی، حکومت بمبئی وغیرہ نے مولوی محمد حسین کو اس کی اطلاع دی۔

سر سیّد احمد خان نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں، جناب مولوی محمد حسین نے گورنمنٹ سے درخواست کی تھی کہ اس فرقے کو جو در حقیقت اہل حدیث ہے، گورنمنٹ اس کو 'وہابی' کے نام سے مخاطب نہ کرے۔ مولوی محمد حسین کی کوشش سے گورنمنٹ نے منظور کرلیا ہے کہ آئندہ گورنمنٹ کی تحریرات میں اس فرقے کو 'وہابی' کے نام سے تعبیر نہ کیا جاوے بلکہ 'اہل حدیث' کے نام سے موسوم کیا جاوے۔[۲۰۸]

اب آپ کو تاریخ کی روشنی میں فرقہ اہل حدیث (جو اصل میں غیر مقلد ہے) کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ یہ فرقہ اہلسنّت کا سخت مخالف ہے اور اجتہاد کا دعویٰ کرتا ہے۔

۲۰۸۔ مقالات سر سید، ج ۹، ص ۲۱۰۔ ۲۱۲

فلسطین کے مشہور عالم اور جامعہ ازہر مصر کے استاد علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (م ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۲ء) جو نابلس کے قاضی اور محکمہ انصار کے وزیر بھی رہ چکے ہیں۔ فرماتے ہیں، وہ مدعی اجتہاد ہیں مگر زمین میں درپے فساد ہیں، اہل سنت کے مذاہب میں سے کسی مذہب پر بھی گامزن نہیں ہوتے۔ شیطان ان میں سے نئی نئی جماعتیں تیار کرتا رہتا ہے جو اہل اسلام کیساتھ بر سرپیکار ہیں۔[۲۰۹]

اس اقتباس میں محکمہ انصاف کے اس وزیر اور جج نے تین باتیں فرمائی ہیں:۔

۱۔ اہلسنت کے مذاہب میں سے یعنی نہ حنفی نہ مالکی نہ حنبلی نہ شافعی۔۔۔ یہ سب اہلسنت ہیں۔

۲۔ شیطان ان میں سے نئی نئی جماعتیں تیار کرتا رہتا ہے۔ یہ بات اگرچہ بہت تلخ ہے مگر حقیقت ہے۔ اہل حدیث عالم مولوی محمد حسین بٹالوی نے حیرت انگیز انکشاف فرمایا۔

تعجب کی بات ہے فتنہ انکارِ حدیث نے اہل حدیث کی مسجد سے جنم لیا جو بائی مذہب کا ہیڈ کوارٹر بنا۔[۲۱۰]

آج کل بعض جماعتیں اس فکر کو پروان چڑھا رہی ہیں۔ تاریخ کی روشنی میں آپ پڑھ چکے ہیں اس فرقے کا تعلق دشمنانِ اسلام انگریزوں سے رہا، اہل قرآن چونکہ انہیں میں سے نکلے وہ بھی اس درخت کی شاخ ہیں۔

۳۔ تیسری بات جو فرمائی، اہل اسلام کے ساتھ بر سرپیکار رہے۔ اس کی تصدیق تحریک بالاکوٹ ۱۸۲۶ء / ۱۸۳۰ء[۲۱۱] ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کی اعانت کرنے اور انگریزوں کی مدد سے آلِ سعود کی حکومت قائم کرنے اور مسلمانوں کا بے دریغ خون بہانے سے ہوتی ہے۔[۲۱۲] (تاریخ کا یہ خونی باب چھپا ہوا ہے، ہمارے جواب بے خبر ہیں)۔ اس وقت عالمی سطح پر اہل سنت کے خلاف محاذ آرائی میں مصروف ہیں اس لئے وزیر انصاف نے جو کچھ فرمایا وہ قابلِ توجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شیطانی فتنوں سے آگاہ فرمایا:

اے آدم کی اولاد! خبردار شیطان تمہیں فتنے میں نہ ڈالے جس نے تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا۔

بے شک ہم نے شیطان کو ان کا دوست کہا جو ایمان نہیں لائے۔[۲۱۳]

۲۰۹۔ شواہد الحق، لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۳۹

۲۱۰۔ اشاعۃ السنۃ، لاہور، شمارہ ۸، ج ۱۹، ص ۲۵۲

۲۱۱۔ وحید احمد مسعود، سید احمد شہید کی صحیح تصویر، لاہور ۱۹۶۷، زید ابو الحسن فاروقی، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، دہلی ۱۹۸۴ء

۲۱۲۔ حسین احمد مدنی، نقش حیات، ۱۹۷۹ء کراچی، ج ۲، ص ۳۱۹ / دیگر ماخذ

۲۱۳۔ قرآن حکیم، سورۂ اعراف، آیت نمبر ۲۷

اس ساری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ 'اہل حدیث' کی باتیں سننے اور ان کے ہم نوا ہونے سے پہلے ان کی ابتداء، ماضی کی کارکردگی اور موجودہ طرزِ عمل اور اس کے نتائج کو ضرور سامنے رکھنا چاہئے۔ خود اہل حدیث کے جوان بھی جو ان تلخ حقائق سے پہلی مرتبہ باخبر ہوئے ہوں اپنے فکر و عمل پر سنجیدگی سے ضرور غور فرمائیں۔ اہل حدیث عالم نواب وحید الزماں خان نے اس فرقے کے طرز عمل پر تنقید فرمائی ہے جو خود اہل حدیث کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ آپ نے فرمایا، ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی (م ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء) اور شاہ ولی اللہ اور اسمٰعیل شہید (م ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۱ء) کو دین کا ٹھیکہ دار بنا رکھا ہے جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑ گئے اور برا بھلا کہنے لگے۔ بھائیو! ذرا غور تو کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابو حنیفہ، شافعی کی تقلید چھوڑ دی تو ابن تیمیہ اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں ان کی تقلید کیوں ضروری ہے؟ [۲۱۴]

اس اقتباس سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ غیر مقلد کو بھی تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ جب مقصد ہی اختلاف و فساد ہو تو پھر کوئی معقول بات تسلیم نہیں کی جاتی حالانکہ تسلیم کرنے کی صورت میں فساد و اختلاف ختم ہو جاتے ہیں۔

بہر حال یہ حقائق پڑھ کر ہمارے جوان اپنے دل سے یہ ضرور پوچھیں گے کہ وہ حق پر تھے جنہوں نے یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کا ساتھ دیا، یا وہ حق پر تھے جنہوں نے یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کا ساتھ نہ دیا اور اپنے بلند کردار اور اخلاق سے یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کو مشرف با اسلام۔۔۔۔؟ افسوس صد افسوس دشمنانِ اسلام نے خود ہمارے ہاتھوں ہماری تاریخ کو ایسا غبار آلود کر دیا کہ غبار ہٹانے میں بھی برسوں لگ جاتے ہیں پھر جو حقائق معلوم ہوتے ہیں تو عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اپنے عقل و شعور پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے، پہلی اُمتوں کی بیماری حسد و بغض تم میں سرایت کر گئی ہیں یہ مونڈنے والی بیماری ہے۔ میں نہیں کہتا کہ وہ باتوں کو مونڈتی ہے بلکہ وہ زمین کا صفایا کر دیتی ہیں۔ [۲۱۵] حسد و بغض دو برائیاں ہیں جو انسانی وجود میں ہیں۔

فالھمھا فجورھا و تقوٰھا [۲۱۶]

سازشی انہی خوابیدہ برائیوں کو مختلف حربوں سے اُبھارتے ہیں پھر جس کے خلاف چاہتے ہیں استعمال کرتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کے خلاف اُبھارا گیا تاکہ اسلام کی سرسبز و شاداب زمین صاف ہو جائے اور اس میں دوبارہ پودا نہ لگ سکے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، 'زمین کا صفایا کر دیتی ہے'۔ ایک بڑی نفسیاتی حقیقت کا انکشاف فرمایا۔

۲۱۴۔ محمد حلیم چشتی، حیات وحید الزماں، کراچی، ص ۱۰۲ / ۲۱۵۔ زید ابو الحسن فاروقی، سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۲۲۹

۲۱۶۔ قرآن حکیم، سورۂ شمس، آیت نمبر ۸

تقلید سے فرار کا رُجحان دورِ غلامی کی یادگار ہے۔ جب دشمنانِ اسلام نے عالمِ اسلام میں قدم رکھا تو غیر منقسم ہندوستان میں بھی انگریزوں کی خیر خواہ ایک جماعت پیدا ہوئی جس کو 'وہابی' کہا جاتا تھا۔ اس جماعت کے عمائدین نے انگریز حاکموں سے درخواست کی کہ ان کو وہابی کے بجائے اہل حدیث کہا جائے، درخواست منظور کی۔ چونکہ اس جماعت کے اکابرین نے انگریزوں کی مدد کی تھی اس کے صلے میں انگریز حاکموں نے اس جماعت کا نام اہل حدیث رکھ دیا۔[۲۱۷] یہ نام نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ خیر القرون میں نظر آتا ہے اور نہ تاریخ میں ہے اس لئے اہل نظر اس نام کو 'بدعت' کہتے ہیں اور وہ بھی بدعتِ سئیہ کیونکہ اس سے ملتِ اسلامیہ کی وحدت میں رخنہ پڑا اور وہ ایک ٹکڑی میں بٹ گئی۔ افسوس ہم نے خواہشِ نفس کو اپنا امام بنایا اور اس راہ پر چل نکلے جس راہ پر نفس نے ہماری رہنمائی کی۔ افسوس ہم نے صاف صاف فرمادیا۔

اور بہتیرے اپنی خواہش سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے۔ بے شک تیرا ربّ حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔[۲۱۸]

قرآن کریم میں بار بار خواہشات پر نہ چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔[۲۱۹]

ایک جگہ ارشاد ہو رہا ہے:

تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو۔[۲۲۰]

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

تم فرماؤ اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو
جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بہک گئے۔[۲۲۱]

متعدد آیات میں خواہشاتِ نفس پر چلنے والوں کا ذکر کیا اور خواہش پر چلنے سے منع کیا ہے۔[۲۲۲] ہم نے خواہش پر چلنے کو حدیث پر چلنا قرار دیا، اور اہل حدیث مشہور ہوئے۔

۲۱۷۔ خط حکومت برطانیہ، نمبر ۳۸۶، مؤرخہ ۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء بنام حکومت یوپی

۲۱۸۔ قرآن حکیم، سورۂ انعام، آیت نمبر ۱۱۹

۲۱۹۔ قرآن حکیم، سورۂ کہف، آیت نمبر ۲۸

۲۲۰۔ قرآن حکیم، سورۂ نساء، آیت نمبر ۱۳۵

۲۲۱۔ قرآن حکیم، سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۷۷

۲۲۲۔ قرآن حکیم، سورۂ محمد، آیت نمبر ۱۴۔۱۶۔ سورۂ انعام، آیت نمبر ۵۶۔ سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۴۹

ہمارا حال عجیب ہے، جب بات صحابہ' تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کی تقلید کی آتی ہے تو ہمارا تنقیدی شعور بیدار ہو جاتا ہے اور جب بات کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ اور ملحدین کی تقلید کی آتی ہے تو ہمارا تنقیدی شعور سو جاتا ہے۔ عقل پوچھتی ہے یہ تنقیدی شعور مسلم ہے یا غیر مسلم! ہمارے شعور کا رنگ ڈھنگ اور خو بو تو کچھ غیر مسلموں کی سی ہے۔ ہم یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کے قوانین ماننے اور اپنی حکومتوں میں نافذ کرنے کیلئے تیار ہیں مگر جب بات امام ابو حنیفہ کے مرتبہ قانونِ شریعت کی آتی ہے تو اعتراضات ہونے لگتے ہیں۔ ہمیں اللہ کے محبوبوں کے بنائے ہوئے قوانین پر اعتراض ہے، ہمیں اللہ کے مغضوبوں کے بنائے ہوئے قانون پر اعتراض نہیں۔ ہمارا کیا حال ہو گیا؟ سوچیں تو سہی! خوب غور فرمائیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد کا زمانہ، پھر اس کے بعد کا زمانہ۔[۲۲۳]

خیر القرون کے محدثین و فقہاء اطاعت کے زیادہ مستحق ہیں یا شر القرون کے علماء و دانشور؟ عقلِ سلیم جواب مانگتی ہے؟

آپ خود جواب دیں۔

۲۲۳۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب المناقب، باب مناقب صحابہ، فصل نمبر ۱، حدیث نمبر ۴

(8) عالمی سازش اور وقت کا تقاضا

ہم چاروں طرف سے عالمی سازشوں میں گھرے ہوئے ہیں جس کا واحد مقصد ہماری نظروں میں ہم کو گرانا ہے تاکہ حال میں کمتری کا شکار ہوں اور مستقبل میں سر نہ اُٹھا سکیں۔ آپ غور فرمائیں اور خوب غور فرمائیں اور موجودہ صورتِ حال کا گہری نظر سے جائزہ لیں۔ کبھی قرآن حکیم کے الفاظ و حروف کو کلام الٰہی نہ کہہ کر ہم کو قرآن کی تکریم و تعظیم سے روکا جاتا ہے حالانکہ خود قرآن میں بار بار قرآن کی تکریم و تعظیم کا ذکر کیا گیا ہے اور ہدایت کی گئی ہے۔[۲۲۴] کبھی قرآن پر زور دے کر تفسیری سرمایہ کا انکار کیا جاتا ہے تاکہ مجتہدین اور فقہ کا سارا سرمایہ بے اعتبار ہو کر رہ جائے۔ کبھی محدثین پر اعتراض کیا جاتا ہے تاکہ سارے محدثین اور حدیث کا سارا سرمایہ مشکوک بن کر رہ جائے۔ کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شخصیت کے خدوخال اور فضائل کو زیر بحث لایا جاتا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) عام انسان کی صف میں لا کھڑا جاتا ہے تاکہ سیرت اور متعلقات سیرت کا سارا ذخیرہ نظروں سے گر جائے۔[۲۲۵] کبھی نعت پر اعتراض کیا جاتا ہے تاکہ ادب کی اس اہم صنف سخن کا سارا ادبی سرمایہ بے وقعت ہو کر رہ جائے۔ کبھی اولیاء پر اعتراض کیا جاتا ہے تاکہ ان کی سوانح اور تصانیف کا عظیم سرمایہ بے وقعت ہو کر رہ جائے۔ کبھی علمائے حق پر اعتراض کیا جاتا ہے تاکہ ان کی کوششوں کو خاک میں ملا دیا جائے اور ان کی بھاری بھرکم شخصیات نظروں سے گر جائیں۔ جامع اور متنوع موضوعات پر ان کی تصانیف کا عظیم سرمایہ بے وزن ہو کر رہ جائے۔ یہ سارا سرمایہ عربی و فارسی میں ہے۔ عربی و فارسی کے پڑھنے والے طلبہ ایک عرصہ ہوا کالجوں اور اسکولوں میں نظر نہیں آتے۔ عربی، فارسی ہمارے علم و دانش کی کنجیاں ہیں اور ہماری ملی وجود کی دو آنکھیں ہیں۔ اس سے محروم ہو گئے تو گویا بینائی سے محروم ہو گئے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کس دھیمے انداز سے ہمارے اکابر و اسلاف اور ہمارے علمی سرمایہ کو نظروں سے گرایا جا رہا ہے۔ ہمارے کتب خانے علم و دانش سے بھرے ہوئے ہیں مگر ہماری نظروں سے گرے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے جب یورپ کے کتب خانوں میں ہمارے ان مشاہیر کی کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ دیکھا تو ان کی غیرت نے للکارا اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا:

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی　　　جو دیکھوں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارا

(حوالہ جات اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہمارے دشمنوں نے ہم کو لوٹ کر اپنے ایوانوں کو سجایا۔ ہماری فکر و دانش سے اپنے چراغ روشن کئے مگر ہماری آنکھوں کی بصارت چھین لی۔ جس شاندار علمی ذخیرے کو دیکھ کر اقبال کا جگر پارہ پارہ اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا اس عظیم ذخیرے کی عظمت ہمارے دلوں سے نکالی جارہی ہے۔ اس ذخیرے کے مصنفین، مؤلفین کو کافر و مشرک ثابت کیا جارہا ہے۔ ان سازشوں کا مقصد ایک ہے کہ ہم کو ہمارے ماضی سے جدا کر دیا جائے تاکہ دشمنانِ اسلام اپنے مقاصد کیلئے ہم کو استعمال کر سکیں۔ جو تحریک ہم کو ماضی سے جدا کر دے جو تحریک ہماری نظروں میں ہمارے شاندار ماضی اور ہمارے مشاہیر کو بے وقعت کر دے وہ کوئی اسلامی تحریک نہیں ہو سکتی' سازش ضرور ہو سکتی ہے! عقلِ سلیم یہی کہتی ہے۔

۲۲۴۔ قرآن حکیم، سورۂ عبس، آیت نمبر ۱۳۔ سورۂ حجر، آیت نمبر ۸۔ سورۂ واقعہ، آیت نمبر ۵۶۔ سورۂ بروج، آیت نمبر ۲۱۔ سورۂ بینہ، آیت نمبر ۲۔

(نوٹ) ایک کام اور کیا جارہا ہے، سارے ملک میں تعلیم القرآن کا جال بچھا کر اس کی آڑ میں اپنے مخصوص عقائد پھیلائے جارہے ہیں، جو اس کیلئے تیار نہیں، اس کو قرآن پڑھانے سے انکار کر دیا جاتا ہے۔

۲۲۵۔ معلمات کا جال بھی بچھایا جارہا ہے، ان کو عالمہ فاضلہ ظاہر کیا جاتا ہے جبکہ دین کے بارے میں ان کی معلومات نہایت ہی محدود ہوتی ہیں۔ چونکہ خطاب ایسی خواتین سے ہوتا ہے جو دین کا علم نہیں رکھتیں اس لئے چپ چپ سنتی رہتی ہیں۔ ایک خاتون معلمہ نے فرمایا کہ 'قیام' کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا، حدیث میں آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور امام ابو حنیفہ اُٹھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونے لگے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۱۱ھ میں پردہ فرمایا اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء میں۔ اس کھلی حقیقت کے باوجود خاتون نے اپنی بات بنانے کیلئے یہ حدیث گھڑلی۔ اس خاتون کو نہیں معلوم جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غلط بات منسوب کرے اس کا ٹھکانہ بفحوائے حدیث شریف جہنم ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کس بے ڈھنگے طریقے سے مومنین کو سلام و قیام سے روکا جاتا ہے حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا آخری عمل یہی تھا، مرد و زن، بچے بوڑھے سب نے باری باری حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور صلوٰۃ و سلام پیش کیا پھر آپ کو لحد میں اُتار دیا گیا۔

پیش نظر مقالہ آخری مراحل پر تھا کہ کویت کے سابق وزیرِ داخلہ سیّد یوسف ہاشم رفاعی کا علماء نجد کے نام ایک دردانگیز پیغام نظر سے گزرا جو ابو عثمان قادری نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے اور صفہ اکیڈمی، لاہور نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا ہے۔ اس خط میں رفاعی صاحب نے بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جن دشمنانِ اسلام کے عزائم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو مسلمان حکومتوں کے ہاتھوں پورے کرائے جارہے ہیں۔ رفاعی صاحب نے سعودی حکومت میں رہ کر بچشم خود جو مشاہدات کئے ہیں وہ بڑی دل سوزی سے قلم بند کئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

توحید پرستوں پر شرک کی تہمت لگانا، مسلمانوں کی تکفیر کرنا، ائمہ اربعہ کی تقلید سے روکنا، مخصوص ذہنیت کے حامل مولویوں کو عوام پر مسلط کرنا، حرمین شریفین میں عالم اسلام کے مقتدر علماء کو تقریر کی اجازت نہ دینا، سرکاری کارندوں کا حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر مواجہ شریف سے پیٹھ پھیر کر بے ادبی سے کھڑا ہونا، مشاہیر اسلام کی قبروں کو شہید کرنا، توسل، زیارت اور میلاد کے قائلین کو سزائیں دینا، درود و سلام کی کتابوں پر پابندی لگانا، غیر شرعی مجالس پر پابندی نہ لگانا، اپنی رائے دوسروں پر مسلط کرنا، مسجد نبوی شریف میں رنگ وروغن کے بہانے نعتیہ اشعار مٹانا، جس شخص نے روضہ اطہر کی تعمیر کو بدعت کہا اور اس کو مسجد نبوی سے نکالنے کی تجویز کی، اس کو اعزاز اور ڈگری دینا، اکابر اہل سنت کی کتابوں میں علمی خیانت اور تحریف کرنا، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کو گرا کر وہاں بیت الخلاء بنانا، ولادتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جگہ چوپائے باندھنا، چھوٹے چھوٹے لڑکوں اور بیوقوفوں کو اکابر اہل سنت اور ائمہ اربعہ کے خلاف بولنے کی کھلی چھٹی دینا، مدینہ منورہ میں یونیورسٹی قائم کرکے طلبہ کے ذہنوں کو منحرف کرنا اور ان کو والدین کے خلاف صف آراء کرنا اور ان کا اپنے والدین کو کافرو مشرک سمجھنا، اولیاء اللہ کو کافرو مشرک خیال کرنا، پہلے سے مقرر عرب علماء اہل سنت کو حرم شریف میں تقریر سے بازرکھنا حتی کہ ڈاکٹر سیّد محمد بن علوی مالکی پر کفر کا فتویٰ دے کر ان کے قتل کی سازش کرنا وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان ساری باتوں میں ملتِ اسلامیہ، اکابر ملت اسلامیہ اور ملت اسلامیہ کے آثار کی توہین وتوقیر کا سامان موجود ہے۔ اس پیغام میں ان حقائق کے علاوہ اور بہت سے حقائق ہیں۔ یہ کسی متعصب و غبی عجمی کی تحریر نہیں، یہ ایک اہم سرکاری عہدے پر فائز رہنے والے عرب عالم کی تحریر ہے اس لئے قابل توجہ ہے۔ اس خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ کے خلاف سیاسی تحریک ہے جس کا مقصد دشمنانِ اسلام کے عزائم کو پورا کرنا ہے۔ اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تحریک گھروں کو اُجاڑنے والی اور شہروں کو ویران کرنے والی ہے۔ یہ بات جذبۂ نفسانی سے نہیں کہہ رہا تاریخ کے گہرے مطالعہ نے اس اظہارِ خیال پر مجبور کیا ہے اگر کسی کو برا لگے تو راقم معذرت خواہ ہے۔ مولیٰ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو عقل سلیم اور دشمنانِ اسلام کے عزائم کا ادراک عطا فرمائے تاکہ ہم سب صراطِ مستقیم پر چلتے رہیں۔ آمین ثم آمین

کاش ہم عالمی حالت پر وہ بصیرت پیدا کریں جو ہم کو نیند سے جگادے! اس وقت ہمیں بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ جوہر ایمان کو سنبھالنے کی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگنے کی ضرورت ہے۔ صدیوں سے ہمارے اکابر جس صراطِ مستقیم پر چلتے رہے اس صراط مستقیم پر چلنے کی ضرورت ہے۔ ہر ہاتھ جھٹک کر دامنِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھامنے کی ضرورت ہے۔

اس وقت ملتِ اسلامیہ ذہنی خلجان کی وجہ سے مختلف فرقوں میں بٹی ہوئی اور بٹتی جارہی ہے۔ اس تقسیم در تقسیم کے عمل کو ختم ہونا چاہئے۔ اس کا حل یہی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس ہدایت پر عمل کریں، سوادِ اعظم کی پیروی کرو۔[۲۲۶]

ہم تلاش کریں کہ سواد اعظم کہاں ہے، حقائق سے منہ نہ موڑیں، جو نظر آتا ہے وہ دیکھیں اور دوسروں کو بھی دکھائیں، انفرادی و اجتماعی انا ختم کرکے سواد اعظم کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ یہی حق پر ہیں اس کیلئے زبان پکار پکار کے کہہ رہی ہے:

اے ایمان والو! اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔[۲۲۷]

اللہ یہ فرمائے ایک ہو جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں کہ سوادِ اعظم کے ساتھ ہو جاؤ، متحد ہو جاؤ اور ہم اپنی الگ ٹکڑی بناکر اللہ کی یہ وعید سننے کیلئے تیار ہو جائیں۔

اور بہتیرے اپنی خواہش سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے۔ بے شک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔[۲۲۸]

حد سے بڑھنے والا وہی ہے جو اللہ ورسول کے حکم کو نظر انداز کرکے اپنی چھوٹی سی ٹکڑی الگ بنائے۔ عقل یہی کہتی ہے۔ انہی کے دامن سے وابستہ رہیں جو اہل بیت وصحابہ، ائمہ مجتہدین و محدثین، علماء وفقہاء کے دامن سے صدیوں سے وابستہ رہتے چلے آرہے ہیں اور ہرگز ہرگز اس صراطِ مستقیم سے منہ نہ پھیریں۔ اس سے روگردانی نادانی ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں فرمایا:

اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے سوا اس کے جو دل کا احمق ہے۔[۲۲۹]

عقل کا احمق نہ فرمایا، دل کا احمق فرمایا، یعنی جس کی عقل تو خوب کام کرتی ہے مگر دل ویران ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم کو روشن دل عطا فرمائے اور ہم صراطِ مستقیم پر چلتے رہیں۔ آمین

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۲ / ۱۷۔سی

پی۔ای۔سی۔ایچ سوسائٹی

کراچی۔سندھ

(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء

۲۲۶۔ مشکوٰۃ شریف، کراچی، ص ۳۰۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد اعظم، ص ۳۰۳

۲۲۷۔ قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۱۰۳

۲۲۸۔۲۱۸۔ قرآن حکیم، سورۂ انعام، آیت نمبر ۱۱۹

۲۲۹۔ قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۱۳۰

مآخذ و مراجع

۱	قرآن حکیم	اللہ ربّ العالمین جل جلالہٗ
۲	ابن حجر مکی	الخیرات الحسان فی مناقب النعمان
۳	ابن الطلاع الاندلسی	اقضیۃ الرسول (تحقیق و تحشیہ ضیاء الرحمٰن اعظمی)، منصورہ، لاہور
۴	ابن عبد البر القرطبی	جامع بیان العلم وفضلہ، مصر
۵	ابن عبد البر القرطبی	انتقاء فی الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء، قاہرہ، ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء
۶	ابن قیم	اعلام الموقعین، مصر
۷	ابراہیم شاطبی	الموافقات، مصر
۸	ابو الحسن زید فاروقی	سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ، لاہور ۱۹۹۲ء
۹	ابو الحسن زید فاروقی	مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، دہلی ۱۹۸۴ء
۱۰	ابو زہرہ	حیات حضرت امام ابو حنیفہ (ترجمہ غلام احمد حریری)، ملک سنز، فیصل آباد، ۱۹۸۰ء
۱۱	ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	سنن ابو داؤد، لاہور، ۱۹۸۵ء
۱۲	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، لاہور ۱۹۸۶ء
۱۱۳	احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی	اسلام اور عصری ایجادات (ترجمہ اردو احمد میاں برکاتی)، لاہور ۱۹۸۰ء
۱۴	احمد سرہندی	مکتوبات امام ربانی، امرتسر، ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء
۱۵	احمد سرہندی	ردّ روافض، لاہور ۱۹۹۲ء
۱۶	الموفق مکی	مناقب الامام ابی حنیفہ، حیدر آباد دکن
۱۷	ایوب قادری	جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء، کراچی ۱۹۷۴ء

۱۸	جمیل احمد شرقپوری	تذکرہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، کراچی ۱۹۸۶ء
۱۹	حافظ بن علی الخطیب البغدادی	تاریخ بغداد، جلد نمبر ۱۳، مصر ۱۹۳۱ء
۲۰	مولوی حسین احمد	نقش حیات، جلد نمبر ۲، کراچی ۱۹۷۹ء
۲۱	دائرہ معارف اسلامیہ	پنجاب یونیورسٹی، لاہور
۲۲	سرسید احمد خان	مقالات سرسید۔ نشاۃ ثانیہ
۲۳	شارٹر انسائیکلوپیڈیا	لیڈن ۱۹۶۱ء
۲۴	شمس الدین ابو عبداللہ ذہبی	مناقب ابی حنیفہ، مصر
۲۵	الصحیفۃ الصحیحۃ موسوم بہ صحیفہ ہمام بن منبہ (مرتبہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، پیرس)	مکتبہ نشاۃ ثانیہ، معظم شاہی مارکیٹ، حیدر آباد دکن، ۱۹۵۶ء
۲۶	عبدالقادر احمد القرشی	الجواہر المضیہ، جلد نمبر ۱، حیدر آباد
۲۷	علی محمد الآمدی	الاحکام فی اصول الاحکام، مصر ۱۹۱۴ء
۲۸	سیّد علی ہجویری	کشف المحجوب، لاہور
۲۹	غلام رسول سعیدی	تذکرۃ المحدثین، کراچی
۳۰	محمد حلیم چشتی	حیات وحید الزماں، کراچی
۳۱	محمد علی الصابونی	صفوۃ التفاسیر، جزء ۱۸۔ بیروت